امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
# نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71 | مورخہ یکم رشعبان المعظم ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۵/مارچ ۲۰۲۱ء روز سوموار | شمارہ نمبر 11

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری
■ حضرت جنید بغدادی کے روحانی کمالات
■ اسلامی قانون کا امتیاز
■ زکوٰۃ اسلام کا اہم رکن
■ خودکشی کے بڑھتے رجحانات
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

بین السطور

## تہمت وبہتان-شرعی نقطۂ نظر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

کسی آدمی میں ایسی بُرائی بیان کرنا جو اس کے اندر نہیں یا کسی ایسے بُرے عمل کی اس کی طرف نسبت کرنا جو اس نے کیا ہی نہیں ہے، افترا اور بہتان کہلاتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ایک سوال کے جواب میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ بات اس میں موجود ہو اور تم بیان کرو تو وہ غیبت ہے اور اگر تم کوئی ایسی بات کہو جو اس میں نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔

قرآن کریم میں افترا، اور بہتان دو الفاظ اس معنی میں آئے ہیں گو دونوں میں بعض اعتبار سے فرق ہے، لیکن مجموعی طور پر ان الفاظ کا استعمال الزام تراشی اور بہتان کے لیے کیا گیا ہے، بہتان کا لفظ واقعۂ افک میں آیا ہے اور افترا کا لفظ اللہ رب العزت کی طرف غلط باتوں کے منسوب کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے۔

ہمارے یہاں سماج کا مزاج ایسا بن گیا ہے کہ وہ الزام تراشی اور بہتان کو تیزی سے پھیلانے کا کام کرتے ہیں، اس میں ان کو ایک خاص لذت محسوس ہوتی ہے، کیوں کہ شیطان ان کو اس کام پر ابھارتا ہے اور لایعنی باتوں اور کاموں میں مشغول کر دیتا ہے، شریعت کے نزدیک یہ عمل انتہائی مبغوض، ناپسندیدہ اور انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔

اس معاملہ میں شریعت کا حکم دو ٹوک اور واضح ہے کہ اگر کوئی شریر تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جہالت کی وجہ سے کچھ ایسا کر بیٹھو جو بعد میں تمہارے لیے ندامت کا سبب بن جائے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ اس بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تجھے علم نہیں، بے شک کان، آنکھ اور دل سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی سی بات کافی ہے کہ وہ جو سنے اس کو بغیر تحقیق کے من وعن دوسرے سے نقل کر دے، ظاہر ہے ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے، اس سے بڑی وعید اور کیا ہو سکتی ہے۔ اسی طرح جو اللہ کے لیے من گھڑت باتیں بیان کرتا ہے وہ سب سے بڑا ظالم ہے اور جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط باتیں قصداً منسوب کیں تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

بہتان تراشی کرنے والے کا جہنم میں جو حال ہوگا اس کا ذکر حضرت انس بن مالکؓ کی روایت میں ملتا ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ معراج کی رات میرا گذر ایک ایسی جماعت پر ہوا، جن کے ناخن تانبے کے تھے، اور وہ اپنے چہرے اور سینوں کو اس سے نوچ رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں، حضرت جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دوسرے لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں سے کھیلتے تھے، ابوداؤد شریف کی ایک روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کی بدگوئی نہ کیا کرو اور نہ ان کے عیوب کے پیچھے پڑا کرو، جو شخص ان کے عیوب کے درپے ہوگا، اللہ اس کے عیوب کے درپے ہوں گے، اور اللہ جس کے عیوب کے درپے ہوں گے تو اسے اس کے گھر کے اندر رسوا کر دیں گے، حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ مسلمان کا مال، عزت اور خون دوسرے مسلمان کے لئے حرام ہے۔

پھر اگر اس تہمت کا تعلق کسی کی عزت وآبرو سے ہو تو دنیا وآخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب اور اللہ کی لعنت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پاکدامن پر تہمت لگانے کو سات ہلاک کرنے والی چیزوں میں سے ایک قرار دیا ہے، اور اس سے بچنے کا حکم دیا ہے؛ کیونکہ جس معاشرہ میں تہمت لگانا لوگوں کے معمول کا حصہ بن گیا ہو، اس میں بدگمانی عام ہو جاتی ہے، جو خود ایک گناہ ہے، تجسس کا مزاج پیدا ہو جاتا ہے، جس سے قرآن کریم میں منع کیا گیا ہے، تہمت اور بہتان کو پھیلانے کی وجہ سے غیبت کا بھی صدور ہوتا ہے، جسے اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے، اس بُرے عمل کی وجہ سے آپسی اعتماد میں کمی آتی ہے اور لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں، گویا تہمت ایک ایسی نفسیاتی بیماری ہے جو بے شمار گناہوں میں مبتلا کرتی ہے، اس لیے اس سے حد درجہ بچنے کی ضرورت ہے۔ آج کل پرنٹ اور الکٹرونک میڈیا سے زیادہ سوشل میڈیا نے سماج میں اپنی جگہ بنا لی ہے، پہلے خبروں کی ترسیل ایڈیٹر کی مرضی پر منحصر ہوتا تھا، وہ چاہے تو چھاپے، نہ چاہے تو نہ چھاپے، مکمل چھاپے یا کتر بیونت کر دے، لیکن سوشل میڈیا کے چلن نے لکھنے والے کو آزاد کر دیا ہے، جو چاہے لکھے اور جس پر چاہے کیچڑ اچھال دے، پھر اس پر بحث شروع ہوتی ہے اور ایسی ایسی گالیاں اور ایسے ایسے بے بال وپر کے نکتے پوسٹ کیے جانے لگتے ہیں کہ الامان والحفیظ، حالاں کہ یہ عمل فحش کی اشاعت کے قبیل سے ہے اور اللہ رب العزت کا واضح ارشاد ہے کہ جو لوگ بدکاری کا چرچا چاہتے ہیں ایمان والوں میں سے، ان کے لیے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے (النور:۱۹) ایک دوسری آیت میں ہے کہ اے ایمان والو! شیطان کے قدموں پر نہ چلو، جو کوئی شیطان کے قدموں پر چلے گا تو وہ تو بے حیائی اور بُری بات ہی بتلائے گا۔

شریعت میں عزت وآبرو پر تہمت کے معاملہ میں شہادت کے بھی اصول سخت ہیں۔ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ جس نے کسی کے بارے میں ایسی بات کہی جو اس میں حقیقت میں تھی ہی نہیں تو اللہ اسے دوزخ کی پیپ میں ڈالے گا، ان آیات وروایات کا حاصل یہ ہے کہ صرف شبہ کی بنیاد پر کسی کو کوئی شخص مطعون نہیں کر سکتا، اب اگر کسی شخص سے ان امور میں کوتاہی ہو رہی ہے تو اس کو خلوت میں سمجھانے کا حکم دیا جائے گا، مگر اسے سر بازار رسوا کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، اور بغیر ثبوت شرعی کے خلوت میں سمجھانے کی بھی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ اس سے خواہ مخواہ کی بدگمانی کا دروازہ کھلے گا۔ شریعت کی منشا یہ ہے کہ کوئی شخص بغیر ثبوت شرعی کے کسی پر الزام یا تہمت نہ لگائے، اگر ایسا کرتا ہے تو اس کی سزا بھی اسلامی حکومت میں متعین ہے، گو یہ سزا ہتک عزتی کا دعویٰ کرنے کے بعد دی جا سکے گی، کیوں کہ اصل معاملہ اس بندے کا ہے جس پر تہمت لگائی گئی ہے، وہ اگر تہمت لگانے والے پر کوئی دعویٰ نہیں کرتا تو تہمت لگانے والا متعینہ سزا سے محفوظ رہے گا۔

جس شخص پر تہمت لگائی گئی ہے اس کے بارے میں اللہ رب العزت نے واقعہ افک میں تفصیل سے احکامات دیے ہیں، اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ کہی گئی کہ جو لوگ یہ طوفان لائے ہیں تمہیں میں کی ایک جماعت ہے، تم اس کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو؛ بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، ہر آدمی کے لیے ان میں سے وہ ہے جتنا اس نے گناہ کمایا اور جس نے اس بڑے بوجھ کو اٹھایا ہے اس کے واسطے بڑا عذاب ہے۔

اس آیت میں تہمت جس پر لگائی گئی اس کے لیے تسکین کا سامان ہے؛ کیونکہ اللہ نے اسے اس کے حق میں بہتر قرار دیا ہے، رہ گیے مسلمان تو ان کو ایسے موقع سے برملا اس بات کا اعلان کرنا چاہیے کہ یہ ایک طوفان ہے، واقعہ افک جو تہمت کا انتہائی خباثت سے بھرا ہوا واقعہ ہے اس کے بارے میں اللہ رب العزت نے ہدایت دی کہ جب تم نے یہ افواہ سنی تو یوں کہہ دیتے کہ ہمارے لیے ایسی بات زبان سے نکالنا جائز نہیں ہے، اللہ پاک ہے اور یہ تو بڑا بہتان ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ایسی خبروں کے سننے کے بعد مسلمانوں کا کیا ردعمل ہونا چاہیے اور وہ یہ کہ صاف کہہ دیں کہ ایسی بات بلا کسی دلیل کے زبان سے نکالنا بھی ہمارے لیے جائز نہیں ہے، یہ تو بہتان عظیم ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے بارے میں حسن ظن کی تاکید کی گئی ہے، ظَنُّوْا بِالْمُؤْمِنِيْنَ خَيْرًا کہا گیا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے کہ "ہر مسلمان کو گناہوں سے پاک وصاف سمجھنا اصلِ شرعی ہے، جو دلیل سے ثابت ہے، اس کے خلاف جو بات بغیر دلیل کے کہی جائے اس کو جھوٹا سمجھنے کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے، صرف اتنا کافی ہے کہ ایک مؤمن مسلمان پر بغیر کسی دلیل شرعی کے الزام لگایا گیا ہے، لہذا یہ بہتان ہے۔ (معارف القرآن)

آگے لکھتے ہیں: جہاں ثبوت شرعی نہ ہو وہاں اس طرح کی بے حیائی کی خبروں کو چلتا کر دینا اور شہرت دینا، جب کہ اس کے ساتھ کوئی سزا نہیں، طبعی طور پر لوگوں کے دلوں سے بے حیائی اور فواحش کی نفرت کم کر دینے اور جرائم پر اقدام کرنے اور شائع کرنے کا موجب ہوتی ہے، جس کا مشاہدہ آج کل کے اخبارات میں روزانہ ہوتا ہے کہ اس طرح کی خبریں ہر روز ہر اخبار میں نشر ہوتی رہتی ہیں۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے، قرآن کریم میں بہتان سے متعلق آیات واحکام کا تعلق خاص واقعہ سے ہے، لیکن اس میں جو احکام بیان کیے گئے ہیں وہ عام ہیں، کیوں کہ بعض مخصوص آیتوں کو چھوڑ کر احکام شان نزول کے ساتھ خاص نہیں ہوتے بلکہ حکم عام ہوتا ہے۔ اس لیے واقعہ افک کی وجہ سے جو احکام نازل ہوئے وہ بھی تہمت وبہتان کے باب میں عام ہوں گے۔ تہمت کی علت ہی ان احکامات کے نفاذ کے لیے کافی ہوگی۔

### اچھی باتیں

"☆ خستہ دیواروں کو رنگ کر دینے سے وہ مضبوط نہیں ہو جاتیں باطن کی تبدیلی کے بغیر ظاہر کی تبدیلی ایک خام خیالی کے سوا کچھ نہیں ☆ انسان ہونا ہمارا انتخاب نہیں، قدرت کی عطا ہے، لیکن اپنے اندر انسانیت بنائے رکھنا یہ ہماری ذمہ داری ہے ☆ چھوٹی چھوٹی باتیں بڑے بڑے رشتوں میں بدگمانی کے ایسے سوراخ کر دیتی ہیں کہ انسان ساری زندگی وضاحتوں کی اینٹیں لگا لگا کر بھی ان رخنوں کو بھر نہیں پڑتا۔

(حاصل مطالعہ)

# اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

## دوزخیوں کی مہمان نوازی

ارشاد ربانی ہے کہ: ہم نے زقوم کے درخت کو ظالموں کے لئے امتحان کا ذریعہ بنادیا، وہ ایک ایسا درخت ہے جو دوزخ کی جڑ سے نکلتا ہے، اس کے خوشے شیطانوں کے سر کی طرح ہوں گے، وہ لوگ اسی میں سے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے، پھر اس کھانے کے بعد ان کو گرم پانی ملا کر دیا جائے گا، اس کے بعد بھی ان کا ٹھکانہ دوزخ ہی ہوگا۔ (سورہ الصفات، آیت: ۶۸)

**وضاحت:۔** جب اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو اعزاز اور اکرام سے نوازیں گے تو وہ عیش و آرام سے لطف اندوز ہوں گے، پھر انہیں ایسی ایسی لذیذ غذائیں اور ٹھنڈے میٹھے مشروب سے ضیافت کریں گے جس کی لذت وحلاوت سے دل فرحت وانبساط سے لبریز ہوگا اور جو گنہگار اور خطا کار ہوں گے ایسے ظالموں اور کافروں کو دہکتے ہوئے آگ کے انگاروں میں ڈال دیں گے جہاں ان کی کھالیں اور انتریاں باہر نکل آئیں گی اور پھر اس کو اس کی اصل ہیئت پر بنادیں گے اور مستقل عذاب میں مبتلا رکھیں گے ان جہنمیوں کو حیوانات و جمادات کے ذریعہ تو تکلیف پہونچائی ہی جائے گی، ساتھ ہی ساتھ وہاں کی مخصوص نباتات کے ذریعہ بھی ان کی تکلیف میں اضافہ کیا جائے گا جب ان جہنمیوں کو بھوک و پیاس کی شدت بڑھے گی تو زقوم اور خون و پیپ سے ملا جلا کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جن سے ان کی انتریاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی، مفسرین نے لکھا ہے کہ زقوم ایک نہایت ہی زہریلا، بدبودار کڑوا کسیلا اور خاص رنگ وروپ کا درخت ہے اگر وہ جسم سے مس ہو جائے تو بدن میں سوزش پیدا ہو جائے یہ درخت جہنم میں ہوگا اور جس طرح دنیا میں پانی کی ٹھنڈک سے درخت بڑھتے اور شاداب ہوتے ہیں اسی طرح جہنم میں آگ کی لپیٹ سے اس درخت کی نشوونما ہوگی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے سمندر میں ٹپکا دیا جائے تو تمام روئے زمین کے رہنے والوں کی زندگی بگڑ جائے، اس سے اندازہ کیا جائے کہ جس کا کھانا ہی زقوم ہو اس کی بدمزگی، کراہت طبعی اور ناگواری کی کیا حالت ہوگی، کہا جاتا ہے کہ اس درخت کے خوشوں کے کھانے کے بعد پیاس کی شدت بڑھ جاتی ہے اس لئے جہنمی بھی پیاس سے بے قرار ہوں گے اور پانی مانگیں گے تو اس وقت کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جس سے ان کے چہرے کی کھالیں بالکل الگ ہو کر گر پڑیں گی، بری طرح چیختے چلاتے ہوں گے، اس آیت میں زقوم کے پھل کو شیاطین کے سر سے تشبیہ دی گئی ہے، گرچہ لوگوں نے شیطان کو دیکھا نہیں مگر عام لوگوں میں شیطان کے سر کا بدشکل اور بدرنگ ہونا راسخ اور جاگزیں ہے یہ تشبیہ عرب کے محاورہ کے مطابق ہے، عرب وعجم میں یہ محاورہ ہے کہ جب کسی کی بدصورتی کو بیان کرنا ہوتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ شیطان کی صورت ہے اور جب کسی کی خوبصورتی بیان کرنا ہوتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ فرشتہ کی شکل ہے یہاں بھی تشبیہ اسی نوعیت کی ہے، ان آیات کے ذریعہ اللہ رب العزت اپنے بندوں کو متنبہ کرنا چاہتا ہے کہ بندگی کا تقاضہ ہے کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے بدلہ میں ہم تم کو آرام وسکون کی زندگی عطا کریں گے، اگر تم نے نافرمانی اور سرکشی کی، کفر وطغیان میں پھنسے رہے تو مرنے کے بعد تمہارا انجام بد ہوگا اور مختلف طرح کی سزائیں دیں گے، جہاں نہ تم کو سکون ملے گا اور نہ ہی قرار۔

## یہ لوگ جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنمیوں کے دو گروہ ہوں گے جنہیں میں نے نہیں دیکھا، (۱) ایسے لوگ ہوں گے جن کے پاس بیلوں کی دم جیسے کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ناحق مارتے پھریں گے، (۲) ایسی عورتیں ہوں گی جو بظاہر ملبوس ہوں گی، مگر حقیقت میں ننگی ہوں گی، دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی، ان کے سر اونٹوں کے جھکے ہوئے کوہانوں کی طرح ہوں گے، نہ وہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھ سکیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے سونگھی جاسکتی ہے (بخاری شریف)

**مطلب:** حدیث پاک میں جہنمیوں کے جن دو گروہوں کی منظر کشی کی گئی ہے اس وقت لوگوں کا ان گروہوں سے واسطہ پڑ رہا ہے، ذرا غور کیجئے کہ کیا بیلوں کی دم جیسا کوڑا لئے پولیس والے شریف عوام کو مارتے اور دھمکاتے نظر نہیں آتے ہیں اکثر اخبارات وجرائد میں اس طرح کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں کہ فلاں جگہ کے پولیس اہلکار نے صرف شک وشبہ کی بنیاد پر راہگیر کو اس طرح ڈنڈوں سے زدوکوب کیا کہ ان کے جسم کے بعض اعضاء ٹوٹ گئے یا پورا جسم لہولہان ہوگیا، قانون کے محافظ قانون شکنی کے مرتکب ہو رہے ہیں، کبھی یہ خبر پڑھنے کو ملتی ہے کہ جرائم پیشوں نے مسافروں کو لوٹ لیا، اور مزاحمت کرنے پر لاٹھی ڈنڈوں سے ادھمرا کردیا، بے قصور لوگوں کو مارنے پیٹنے والے ظالم لوگ قیامت کے دن مستحق سزا ہوں گے، جہنموں کا دوسرا گروہ وہ عورتیں ہیں جن کے اندر چند بری صفتیں ہوں گی، پہلی وہ عورت جو اتنا باریک لباس زیب تن کریں گی کہ ان کے جسم کے نشیب وفراز نمایاں ہوں گی، یا لباس اتنا تنگ ہوگا کہ اعضا کی ساخت صاف طور پر نظر آئیں گی، بسا اوقات کپڑے کے لباس پہنے ہوئے ہوں گے، مگر تقویٰ کے لباس سے خالی ہوں گی، اسی طرح وہ دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے نت نئی ادائیں اختیار کرتی ہیں کبھی وہ اپنے بالوں کو باندھ کر اپنی گدی پر اپنے سر کے بیچ میں جوڑا بنالیتی ہیں جو لمبی گردن والے اونٹ کے جھکے ہوئے کوہانوں کی طرح معلوم ہوتی ہے جس طرح آج کل اسپتالوں میں نرسیں سر پر پگڑی نما پٹی لگاتی ہیں، جو اس وقت ایک فیشن بن گیا ہے، اس زمرے کی عورتیں بھی جنت کی خوشبو سے محروم رہیں گی، استاذ محترم مولانا نذر الحفیظ ندوی نے لکھا کہ فحاشی اور عریانیت کے سیلاب کی تندہی وتیزی میں سب سے اہم اور موثر رول ذرائع ابلاغ ادا کر رہے ہیں، میڈیا نے عورت کے جسم کو، اس کے حسن وجمال کو، اس کے چہرے اور اسکی برہنگی کو اپنی تجارت بڑھانے کا ذریعہ بنالیا ہے، عریانیت کو فروغ دینے میں اشتہارات کا بنیادی رول ہے، دنیا کی کسی چیز کا اشتہار عورت کی تصویر کے بغیر مکمل نہیں ہوتا ہے، اس کے ایک ایک عضو کی نمائش کر کے دولت حاصل کی جارہی ہے، ماڈلنگ ایک منافع بخش کاروبار بن گیا ہے جس میں بڑے بڑے گھرانوں کی نوجوان بیٹیاں اپنے جسم کی نمائش کا منہ مانگا معاوضہ وصول کرتی ہیں (مغربی میڈیا) جس کی وجہ سے پاکیزہ معاشرہ کی ادائے عفت داغ دار ہو رہی ہے اور سماجی زندگی میں بے حیائی وفحاشی کو بڑھاوا مل رہا ہے، انہیں بنیادوں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے اور فرمایا کہ وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہوں گی، ایک صاحب کردار انسان پر لازم ہے کہ وہ معاشرہ سے عریانیت کو ختم کرنے اور صالح و پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر وتشکیل کے لئے جدوجہد کرے، تاکہ سماج میں خیر وبھلائی کو فروغ ملے اور ہمارا معاشرہ مثالی بن سکے۔

# دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

## کیا مردے کی روح جمعرات اور شب برات میں گھر واپس آتی ہے

**س:** بہت سے لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ مردہ کی روح جمعرات خصوصاً شب برات میں گھر واپس آتی ہے، اسی لئے شب برات میں گھروں کو صاف ستھرا کر کے چراغاں کرتے ہیں، اگربتیاں جلاتے ہیں، کیا قرآن وحدیث سے مردے کی روح کا گھر واپس آنا ثابت ہے؟

**ج:** قرآن کریم میں مردے کی روح کا دو ٹھکانا بتایا گیا ہے، سجین اور علیین، برے لوگوں کی روح ساتویں زمین میں سجین میں ہوتی ہے جبکہ نیک لوگوں کی روح ساتویں آسمان میں علیین میں ہوتی ہے: "كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْن" (سورہ المطففین:۷) "كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْن" (سورة المطففين:۱۸) قال الاعمش عن شمر بن عطية عن هلال بن يساف قال: سال ابن عباس كعباؓ وانا حاضر عن سجين قال: هي الارض السابعة وفيها ارواح الكفار، وسأله عن عليين فقال: هي السماء السابعة وفيها ارواح المومنين" (تفسير ابن كثير: ۶۲۶/۴)

ان روحوں کا اپنے اپنے مقامات سے دنیا کی جانب واپس آنا قرآن کریم اور صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ قرآن وحدیث میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ دنیا کی طرف واپسی نہیں ہوگی۔

"وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ" (سورة الانبياء: ۹۵) قال ابن عباس رضی الله عنهما وجب يعنى قد قدر أن أهل كل قرية اهلكوا انهم لايرجعون الى الدنيا قبل يوم القيامة" (تفسير ابن كثير: ۶۲۶/۴) شہیدوں کی روحیں جو سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹوں کے اندر جنت میں آزادی کے ساتھ اڑتی پھرتی ہیں، عرش کے نیچے لٹکتی ہیں، قندیلوں پر آرام کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں کچھ اور چاہیے؟ جواب ملتا ہے: اے اللہ! ہمیں اور کیا چاہئے آپ نے ہمیں وہ نعمتیں عطا کی ہیں جو کسی کو نہیں دی ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کچھ مانگو، تب عرض کرتی ہیں کہ ہمیں دنیا میں واپس بھیجا جائے، تاکہ آپ کی راہ میں لڑ کر پھر شہید ہوں اور شہادت کا لطف اٹھائیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اني كتبت انهم اليها لايرجعون" (تمہارا یہ مطالبہ پورا نہیں ہوسکتا کیونکہ) میں نے یہ طے کر دیا ہے کہ دنیا کی طرف دوبارہ جانا نہیں ہے (تفسیر ابن کثیر: ۲۶۸/۱)

لہذا جمعرات ہو یا شب برات کسی دن بھی مردہ کی روح گھر میں نہیں آتی ہے، روحوں کی گھر واپسی کا عقیدہ صحیح نہیں ہے اس کی اصلاح کر لینی چاہئے۔

## کیا مردہ کی روح دنیا میں کسی آدمی پر آسکتی ہے؟

**س:** ایک لڑکی ہے برابر اس پر آسیبی اثر ہوتا ہے جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو کون ہے؟ تو اس خاتون کا نام بتاتی ہے جس کا انتقال کچھ دنوں پہلے ہو چکا ہے، وہ یہ بھی بتاتی ہے کہ ہم اسی گھر میں یا اس کے آس پاس درختوں پر رہتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا مرنے کے بعد روح دنیا میں کسی پر آسکتی ہے؟

**ج:** مرنے کے بعد روح علیین یا سجین میں پہونچا دی جاتی ہے، اسے دنیا میں نہیں بھیجا جاتا، لہذا کوئی لڑکی اثر کے نتیجے میں اگر کسی مردہ خاتون کا نام بتاتی ہے تو وہ اس مردہ خاتون کی روح نہیں ہوتی؛ بلکہ اسے جنات وغیرہ کا اثر سمجھنا چاہئے اور یہ عقیدہ نہیں رکھنا چاہئے کہ مردہ کی روح آتی ہے اور یہیں آس پاس میں رہتی ہے۔

## شب برات میں آتش بازی اور پٹاخے

**س:** شب برات کے موقع پر لوگ بہت زیادہ پٹاخے چھوڑتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

**ج:** پٹاخے خواہ شب برات میں چھوڑے جائیں یا شادی بیاہ میں، اس میں کئی اخلاقی اور شرعی خرابیاں ہیں۔

(۱) ہندو بھائیوں کی رسم دیوالی کی نقل ہے، ایسی نقل کہ اس میں ان کو بھی پیچھے چھوڑ دیا گیا، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "من تشبه بقوم فهو منهم" جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے (یعنی اس کا مجھ سے اور دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے) مشکوۃ، کتاب اللباس) (۲) فضول خرچی ہے، جس کے بارے میں اللہ پاک کا ارشاد ہے: "اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْن" (الاسراء) فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔ (۳) لاکھوں روپئے آگ کی نذر ہو جاتے ہیں، اگر یہی روپئے مرحومین کی طرف سے غریبوں پر خرچ کئے جائیں تو بہت سے غریبوں کا کام بن جائے اور مرحومین کا بھی نفع ہو یاد رکھئے! قیامت کے دن ایک ایک پائی کا حساب دینا ہوگا، ہمیں اس کا ہر وقت خیال رکھنا چاہئے اور اللہ کی دی ہوئی اس نعمت کو غلط جگہوں پر خرچ کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ (۴) دل آزاری: بہت سے لوگ بیمار ہوتے ہیں یا تھکے ماندے ہوتے ہیں انہیں آرام کی سخت ضرورت ہوتی ہے بہت سے لوگ عبادت کر رہے ہوتے ہیں، پٹاخے کی تیز آواز سے ان کے آرام وعبادت میں غیر معمولی خلل واقع ہوتا ہے، سخت دلی تکلیف ہوتی ہے وہ بہت کرب اور بے چینی سے رات گذارتے ہیں، اس طرح کسی کو تکلیف پہونچانا شرعاً حرام ہے: "وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا" (سورة الاحزاب: ۵۸) (۵) فضائی آلودگی: پٹاخے اور آتش بازی کے دھوئیں سے فضا آلودہ ہوتی ہے جو بیماریوں کا سبب ہے۔ (۶) جان ومال کا نقصان: آتش بازی اور پٹاخے سے بعض دفعہ آگ لگ جاتی ہے جس میں بہت سے مکانات جل جاتے ہیں اور جانیں بھی جاتی ہیں جس سے کافی نقصان ہوتا ہے۔ (۷) بدعت: شب برات، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام کے مبارک زمانے میں بھی آئی اور بار بار آئی، لیکن کبھی کسی نے نہ تو پٹاخہ چھوڑا نہ آتش بازی کی، نہ حلوہ پکایا اور نہ ان چیزوں کے کرنے کی تعلیم دی، یہ سب غلط رسم اور بدعت وخرافات پر مبنی شیطانی اعمال ہیں، اسلامی تعلیمات کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے، لہذا اس سے خود بھی بچنا چاہئے اور اپنے متعلقین کو بھی بچانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 11 مورخہ یکم رشعبان المعظم ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۵/مارچ ۲۰۲۱ء روز سوموار

# مادری زبان میں تعلیم

بہار کے وزیر تعلیم وجے کمار چودھری نے اسمبلی میں اعلان کیا ہے کہ بچوں کو ابتدائی تعلیم مقامی اور مادری زبان میں دی جائے گی، پہلے مرحلہ میں اگلے تدریسی سال سے میتھلی، بھوجپوری، مگہی میں تعلیم کا آغاز ہوگا، کیوں کہ نئی تعلیمی پالیسی میں مادری زبان میں تعلیم کی بات کہی گئی ہے، اس سے بچوں میں خود اعتمادی پیدا ہوگی اور وہ آسانی سے موضوع اور مواد کو سمجھ سکیں گے۔ وزیر تعلیم کے اس اعلان میں اردو کا کہیں ذکر نہیں ہے، حالاں کہ وہ ایک بڑے طبقے کی مادری زبان ہے، اور بہار کی دوسری سرکاری زبان۔ سرکاری سطح پر اردو کو بھولنے کی روایت پرانی رہی ہے اس لیے ہمیں وزیر تعلیم کے اس بیان پر تعجب نہیں ہوا، تعجب کی بات یہ رہی کہ انہوں نے زبان اور بولی میں فرق نہیں کیا، بھوج پوری مگہی، انگیکا، وجیکا وغیرہ بولیاں ہیں، ان کا نہ اپنا الگ سے رسم الخط ہے اور نہ کوئی قواعد، ایسے میں سرکار کے لیے ان بولیوں میں کتابوں کی فراہمی ممکن نہیں ہوگی، ہر زبان کا اپنا رسم الخط ہوتا ہے، اس کے قواعد ہوتے ہیں اس لیے ان زبانوں میں نصابی کتابیں چھاپی جاسکتی ہیں، شاید وزیر تعلیم ان تمام بولیوں میں کتابیں چھپوانے کا عزم رکھتے ہوں، اور اس کا یہ طریقہ ہوسکتا ہے کہ رسم الخط دیوناگری ہو، الفاظ ولب ولہجہ ان بولیوں کا ہو، یہ کام سرکار کے لیے آسان نہیں ہوگا، جب سرکار ہندی اردو صرف دو زبانوں میں نصابی کتابیں بروقت فراہم نہیں کرپاتی ہے تو اتنی ساری زبانوں پر کس طرح قابو پائے گی، کہنا مشکل بھی ہے اور قبل از وقت بھی، اس کے علاوہ اس راستے میں بڑی رکاوٹ وہ لوگ بھی بنیں گے جو انگریزی کے پڑھنے، بولنے، لکھنے اور انگریزی ثقافت کے ساتھ زندگی گذارنے پر فخر کرتے ہیں اور یہی وہ طبقہ ہے جس کا بڑا عمل دخل سرکاری محکموں میں ہے، اس کے باوجود وزیر تعلیم کے ذریعہ مادری زبان میں ابتدائی تعلیم دیے جانے کی تجویز کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں۔ اللہ کرے یہ صرف جملہ اور اعلان بن کر نہ رہ جائے۔

# کھجور بانی شراب حادثہ

گوپال گنج کی مقامی عدالت نے کھجور بانی شراب حادثہ میں نو مجرموں کو پھانسی اور چار خواتین کو دس دس لاکھ جرمانہ اور عمر قید کی سزا سنائی ہے، یہ ہندوستان کی تاریخ میں پہلا مقدمہ ہے، جس میں زہریلی شراب پلا کر انیس افراد کو موت کی نیند سلانے والے مجرموں کو عمر قید اور پھانسی کی سزا سنائی گئی ہے، واقعہ ۱۵/اگست ۲۰۱۶ء کا ہے، گوپال گنج کے کھجور بانی وارڈ نمبر ۲۵/میں یہ حادثہ رونما ہوا تھا، حادثہ کے بعد بڑی مقدار میں شراب ضبط کیا گیا تھا، جس میں میتھائل کی مقدار پائی گئی تھی، جس نے شراب کو زہریلی بنادیا تھا، پینے کے بعد پیٹ درد اور قے کی شکایت ہوئی اور انیس افراد موت کی آغوش میں چلے گئے۔ عدالت نے مجرموں کے وکیل کی اس دلیل کو نہیں مانا کہ مجرمین کو شراب کے زہریلی ہونے کی اطلاع نہیں تھی۔

بہار میں شراب لانے، لے جانے، پینے، پلانے؛ بلکہ گھر میں رکھنے تک پر پابندی ہے، پھر بھی مجرمین پولیس کی سانٹھ گانٹھ سے بڑی مقدار میں بہار میں شراب برآمد کرلیتے ہیں، اور پابندی کی وجہ سے بھاری رقم لے کر فراہمی کا کام کرتے ہیں، سودا کھلے عام تو نہیں ہوتا؛ لیکن چوری چھپے پینے پلانے والوں کی کمی نہیں ہے، اس مقدمہ میں ظاہری طور پر پھانسی کی سزا سخت معلوم ہوتی ہے، لیکن غور کیجئے تو انیس جان کے مقابلے نو مجرمین کو پھانسی کی سزا کچھ ایسی سخت بات نہیں ہے، ہمیں معلوم ہے کہ یہ فیصلہ آخری نہیں ہے، ابھی ہائی کورٹ، سپریم کورٹ تک یہ معاملہ جائے گا، اور ممکن ہے کسی مرحلہ میں یہ فیصلہ الٹ بھی جائے، لیکن فی الوقت اس سزا کا خیر مقدم کرنا چاہیے، اس فیصلے سے شاید شراب کے دھندھے میں کچھ کمی آئے، بہار حکومت کی حلیف پارٹی بھاجپا کو اس فیصلے سے اتفاق نہیں ہے۔ ابھی حال ہی میں ایک وزیر کے کمپاؤنڈ سے شراب برآمد ہوئی، جس پر اسمبلی میں حزب مخالف نے زبردست ہنگامہ کیا، ان کا الزام تھا کہ شراب بندی کے نام پر پوری ریاست میں شراب کا ناجائز دھندہ چل رہا ہے، حکومت نے اس موضوع پر ۱۵/مارچ کو کل جماعتی میٹنگ بلائی ہے۔

شراب بندی کے معاملے میں وزیر اعلیٰ نتیش کمار کا موقف انتہائی عمدہ ہے، اس سے غریب اور اوسط آمدنی والے لوگوں کو بڑا فائدہ پہونچا ہے، لیکن جو لوگ شراب نوشی کو اپنی تہذیب وکلچر کا حصہ بناچکے ہیں اور اس کے مضر اثرات سے آنکھیں بچا کر زندگی گذار رہے ہیں ان کے لیے شراب پر پابندی ناقابل برداشت ہے، اس معاملہ میں کانگریس کا یہ مطالبہ بھی بے تکا ہے کہ ریاست میں شراب کی قیمت میں تین گنا اضافہ کردیا جائے اور ٹیکس وصولی بڑھادی جائے، ظاہر ہے قیمت کے بڑھا دینے سے شراب کے مضر اثرات کو ختم نہیں کیا جاسکتا، اس سے بدیشی شراب کے بجائے دیسی ٹھرے کو فروغ ملے گا، جس سے انسانی جانوں کا مزید ضیاع ہوگا، اس لیے ہر حال میں شراب پر پابندی برقرار رہنی چاہیے۔

# اسمبلی انتخابات

مغربی بنگال، آسام، کیرالہ، تمل ناڈو، اور پڈوچیری میں اسمبلی انتخابات کے اعلان ہو چکے ہیں، تامل ناڈو کیرالہ، پڈوچیری میں ایک دن، آسام میں تین دن اور مغربی بنگال میں آٹھ مرحلوں میں انتخابات ہوں گے، تامل ناڈو میں دو سو چونتیس (۲۳۴) سیٹیں ہیں، اور مغربی بنگال میں دو سو چورانوے (۲۹۴)۔ کم سیٹ والی ریاست میں آٹھ مرحلوں میں اور زیادہ سیٹ والی ریاست تامل ناڈو میں ایک ہی مرحلہ میں انتخاب کرانے کی کیا مجبوری ہے، عام آدمی کی سمجھ سے باہر ہے۔ یہاں ممتا بنرجی کی ترنمول کانگریس سے نکل کر بھاجپا میں جانے کی ہوڑ لگی ہوئی ہے اس ریاست میں انتخاب کا موضوع سی اے اے، بے روزگاری اور کسانوں کے مسائل ہیں، اگر انتخاب ان مُدّوں پر ہوگا تو بھاجپا کا گراف نیچے جائے گا، یہاں نتائج کا بڑا دارومدار سیاسی پارٹیوں کے گٹھ جوڑ پر ہے۔ ممتا بنرجی نے اپنے لیے نندی گرام سیٹ کا انتخاب کیا، یہ جگہ ان کی سیاسی تحریک کا ایک زمانہ میں مرکز رہا ہے۔ ابھی جب وہ نندی گرام گئیں تو بقول ان کے ان پر حملہ کیا گیا اور ان کے پاؤں میں چوٹ آئی، بھاجپا نے اس واقعہ کی سی بی آئی جانچ کی مانگ کی ہے، نتائج سبھی ریاستوں کے ۲/مئی کو آئیں گے۔

آسام میں کل ایک سو چھبیس (۱۲۶) سیٹیں ہیں اور سی اے اے بننے کے بعد یہاں یہ پہلا انتخاب ہے، سی اے اے مخالف تحریک کا گڑھ آسام رہا ہے، اس لیے ممکن ہے کہ حکمراں بھاجپا کو نقصان اٹھانا پڑے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حزب مخالف کی پارٹیاں خوش فہمی میں رہ جائیں اور بھاجپا پالا مار لے، یہاں میدان میں این ڈی اے، یو پی اے، آسام گن پریشد، آل انڈیا یونائیٹیڈ ڈیموکریٹک فرنٹ، بوڈو لینڈ پوپلز فرنٹ وغیرہ ہیں، تال میل اور گٹھ جوڑ کی سیاست زوروں پر ہے، کس کا کس سے سمجھوتہ ہوجائے کہنا مشکل ہے، اور کون کب پالا بدل کر دوسری پارٹی کا جھنڈا اٹھا لے اس کی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی، حزب مخالف اگر یک جٹ نہیں ہوا تو آسام میں بھاجپا کی حکومت پھر سے بن سکتی ہے۔

تامل ناڈو کا سیاسی منظر نامہ جے للیتا اور کرونا ندھی کے آنجہانی ہونے کے بعد بدلا بدلا لگ رہا ہے، یہاں تامل ناڈو کے وزیر اعلیٰ پلانی سوامی ہیں، ان کے حصہ میں جے للیتا کی وراثت آئی ہے، کرونا ندھی کے بعد ''ڈی ایم کے'' کے لیڈر ایم کے اسٹالن ہیں۔ یہاں بھاجپا کے اثرات دوسری ریاستوں کی بہ نسبت کم ہیں، ۲۰۱۶ء کے اسمبلی انتخاب میں بھاجپا پانچویں نمبر پر تھی، یہاں اصل مقابلہ اے آئی اے ڈی ام اور ڈی ام کے میں ہوتا رہا ہے، دونوں اہم لیڈر (جے للیتا اور کرونا ندھی) کے گذر جانے کے بعد بھی اس روایت میں کوئی تبدیلی کے آثار نہیں ہیں۔

کیرالہ میں اسمبلی کی ایک سو چالیس (۱۴۰) سیٹیں ہیں، یہاں بھی بڑی تبدیلی کے آثار دکھائی نہیں دیتے، کم از کم بھاجپا کو کچھ فائدہ ہوتا نہیں دکھ رہا، وہاں بھی اصل مقابلہ روایتی حریفوں کے درمیان ہوگا، وہاں کمیونسٹ اور مسلم لیگ کے اثرات ہیں۔ ال ڈی ایف، یو ڈی اف کا زور رہا ہے، یو ڈی اف اور کانگریس اتحاد کی وجہ سے ممکن ہے اس بار یو ڈی ایف بھاری پڑ جائے۔ ۲۰۱۶ء کے انتخاب میں یہاں بھاجپا کو صرف ایک سیٹ ملی تھی، البتہ ووٹ حاصل کرنے کے اعتبار سے اس کا تیسرا نمبر تھا اگر اس بار اس نے اپنے فی صد کو بڑھا لیا تو اس کی سیٹیں بڑھ سکتی ہیں۔

پدوچیری مرکزی حکومت کے زیر انتظام علاقہ ہے، یہاں کانگریس کی حکومت ارکان اسمبلی کے بھاجپا میں شامل ہونے کی وجہ سے گرگئی ہے، ممکن ہے اس کا فائدہ یہاں بھاجپا کو مل جائے، گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہندوستانی سیاست کے بارے میں حتمی اور قطعی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے، مثل مشہور ہے کہ سیاست اور کرکٹ کے کھیل میں کچھ بھی غیر متوقع نہیں ہوتا۔

# مذہبی رہنما اور ماحولیات کی حفاظت

فضائی آلودگی اور ماحولیات کی تبدیلی اس صدی کا سب سے بڑا چیلنج ہے، سائنس دانوں نے اپنی حد تک ماحول کو بچانے کی کوشش کی، لیکن ان کی باتوں نے دنیا کو اس پر آمادہ نہیں کیا کہ وہ ان کے سمجھائے ہوئے طریقوں کے مطابق عمل کر کے دنیا کو فضائی آلودگی کے نقصانات سے بچالیں، جب ہر طرف سے مایوسی ہاتھ لگی تو اقوام متحدہ نے زمین کی حفاظت کے لیے مذہبی رہنماؤں کا سہارا لینے کا فیصلہ کیا ہے اور اس نے فرانس کے پوپ اور ہندوستان کے شری شری روی شنکر، شیوانی دیدی، رادھا ناتھ سوامی جیسے گروؤں سے بات چیت شروع کردی ہے، اقوام متحدہ نے اس سلسلہ میں بیداری کے لیے ''فیتھ فار ارتھ'' (FEATH FOR EARTH) کا آغاز کیا ہے، شیعہ اسماعیلی فرقہ کے امام پہلے ہی اس مہم کا حصہ بن چکے ہیں، اس کا مقصد دنیا بھر کی مذہبی تنظیموں، صوفیا اور روحانی پیشواؤں کی مدد سے ۲۰۲۴ء تک زمین کے تیس فی صد حصے کو بدل کر قدرتی انداز میں لانا ہے، اس پروگرام کے ڈائرکٹر ایاد ابو مُغلی کا کہنا ہے کہ فضائی آلودگی اور ماحولیاتی تبدیلی سے دنیا کو اس وقت سب سے زیادہ خطرہ لاحق ہے، اور المیہ یہ ہے کہ دنیا کے زیادہ تر لوگ اس کام کے سلسلے میں بیدار اور حساس نہیں ہیں، اس سلسلے کی تمام کوششوں کے بعد ہم اس نتیجے پر پہونچے ہیں کہ مذہبی شخصیتوں کے تعاون سے ہی اس مسئلہ پر قابو پایا جاسکتا ہے، ابو مغنی کا یہ بھی کہنا ہے کہ سائنس داں اعداد وشمار ہی دے سکتے ہیں، مگر زمین کے تحفظ کے لیے لوگوں میں جنون پیدا کرنے کی صلاحیت سائنس دانوں کے پاس نہیں ہے، اس لیے یہ کام صرف مذہبی قائدین ہی انجام دے سکتے ہیں، ابو مغنی نے مانا ہے کہ سائنس مذہب کے بغیر ناقص اور نامکمل ہے۔

یہ خیال پہلی بار ۲۰۱۷ء میں اقوام متحدہ کے اجلاس میں سامنے آیا، جس میں ایک سو ترانوے ممالک کے نمائندوں نے دس سالہ میقات کے لیے سہ نکاتی ہدف مقرر کیا تھا، جن میں غریبی ہٹانے، تعلیم کو عام کرنے اور ماحولیات کے تحفظ کو اہمیت دی گئی تھی، بحث ومباحثہ سے یہ بات کھل کر سامنے آئی تھی کہ اس کام کے لیے مذہبی شخصیتوں کا تعاون جتنا ملنا چاہیے، نہیں مل رہا ہے، جب کہ دنیا کے اسی فی صد لوگ مذہبی ذہنیت رکھتے ہیں، اور کسی نہ کسی مذہبی پیشوا کے معتقد اور ماننے والے ہیں، دس فی صد رہائشی زمین، ساٹھ فی صد اسکول اور پچاس فی صد اسپتال انہیں مذہبی تنظیموں کے پاس ہیں، ایسے میں فیتھ فار ارتھ'' (FEATH FOR EARTH) کے ذریعہ ماحولیات کی حفاظت کا سامان کیا جائے گا، جس کی کمان مذہبی تنظیموں کے پاس ہوگی، ان شخصیتوں کو اس مہم میں سرگرم حصہ داری نبھانے کے لیے جنیوا میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام اجلاس بلانے کی بھی تجویز ہے، جس میں پوری دنیا سے مذہبی شخصیتوں، صوفیاء کرام اور روحانی پیشواؤں کو مدعو کیا جائے گا۔

اقوام متحدہ کے اس فیصلے سے مذہب کی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے، اور مذہبی قائدین کے اثرات سامنے آتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں فضائی آلودگی اور ماحولیات کی حفاظت کی ترغیب وتعلیم کم وبیش موجود ہے، ان تعلیمات پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے یہ حالات پیدا ہوئے ہیں، سب سے زیادہ اسلام نے آلودگی سے بچنے اور ماحول کے تحفظ کا حکم دیا ہے، کاش کہ ہم سمجھ پاتے۔

یادوں کے چراغ ✍: مفتی محمد ثناء الھدیٰ قاسمی

# ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوریؒ

عظیم محقق، مستند مورخ، مشہور مصنف تصدق حسین خان ابوسلمان بن محمد حسین خان یوسف زئی شاہ جہاں پوری اکاسی (۸۱) سال کی عمر میں ۲/فروری ۲۰۲۱ء کو سفر آخرت پر روانہ ہو گیے، مولانا ابوالکلام آزاد کے علوم وافکار پر ان کی گہری نظر تھی، اہل علم مولانا آزاد کے سلسلے میں ان کی تحقیقات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، کئی ارباب علم وفن کا خیال تھا کہ آغا سورش کشمیری اور غلام رسول مہر کے بعد اس دور میں ان سے زیادہ گہرا اور وقیع مطالعہ مولانا آزاد کے بارے میں کسی کا نہیں ہے، برصغیر ہندو پاک اور بنگلہ دیش کی تاریخ پر بھی ان کی گہری نظر تھی، انگریزی دور حکومت اور جد وجہد آزادی پر بھی ان کی تحقیقات پر اعتماد کیا جاتا تھا، ان کے انتقال سے اس باب میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا آسان نہیں ہوتا ہے۔ ان کی نماز جنازہ دارالعلوم اسلامیہ کی عثمانیہ مسجد کے قریب کراچی میں ادا کی گئی اور تدفین واٹر پمپ چورنگی بی ایریا قبرستان میں ہوئی۔ المیہ یہ ہے کہ اس عظیم محقق کی وفات پر اخبارات خاموش رہے، ہندو پاک کے دو ایک اخبار نے تعزیتی کلمات شائع کیے، گور غریباں تک پہونچانے والوں کی تعداد بھی بہت تھوڑی تھی کسی کو معلوم ہی نہیں ہوا کہ آسمان علم وتحقیق کا سورج غروب ہوگیا۔

ابوسلمان شاہ جہاں پوری کی ولادت ۳۰/جنوری ۱۹۴۰ء میں شاہ جہاں پور روہیل کھنڈ اتر پردیش میں ہوئی، ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن کی تکمیل انہوں نے مدرسہ سعیدیہ شاہ جہاں پور سے کی، اس کے بعد وہ مدرسہ قاسمیہ شاہی مراد آباد آگئے، ہندوستان کی تقسیم کے بعد ۱۹۵۰ء میں وہ پاکستان منتقل ہو گئے اور کراچی یونیورسٹی سے بی اے اور ایم کیا، ڈاکٹریٹ کی ڈگری انہوں نے سندھ یونیورسٹی سے حاصل کی ان کے تحقیقی مقالہ کا عنوان سید احمد خان کے تذکرہ خانوادہ ولی اللہی کا ایڈیشن ورک (تحقیق وترتیب) تھا، انہوں نے اپنا یہ تحقیقی مقالہ شیخ احمد ہاشمی کی نگرانی میں لکھا تھا، ڈاکٹر ابوسلمان نے تدریسی زندگی کا آغاز گورمنٹ نیشنل کالج کراچی سے کیا اور ۲۰۰۲ء میں یہیں سے سبکدوش ہوئے، انہوں نے کراچی کے مولانا ابوالکلام آزاد ریسرچ انسٹی چیوٹ میں ایسوسی ایٹ پروفیسر کی حیثیت سے بھی کام کیا، ۲۰۱۴ء میں ایران سوسائٹی اور مولانا ابوالکلام آزاد انسٹی چیوٹ آف ایشین اسٹڈیز کولکاتا کی مشترکہ دعوت پر وہ ہندوستان تشریف لائے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے موضوع پر توسیعی لکچر دیا، ان کے مضامین ومقالات معارف اعظم گڑھ، برہان دہلی، مدینہ اور چٹان میں مسلسل اور متواتر شائع ہوتے رہے، ۱۹۸۶ء کے کراچی فساد میں ان کا مکان کراچی علی گڈھ کالونی میں آتش زدگی کا شکار ہوگیا اور سو کے قریب تحقیقی مقالے جل کر خاکستر ہوگئے، ان تحقیقات کے ضائع ہونے کا ان پر بڑا گہرا اثر ہوا اور کئی سال تک وہ اس حادثے کے صدمے سے نہیں نکل سکے۔ ۲۰۱۶ء میں انہوں نے لکھنا کم کر دیا تھا، بلکہ صحیح یہ ہے کہ چھوڑ دیا تھا، کیوں کہ ان کی دماغی اور جسمانی حالت تحقیق، تالیف کی مشقتوں کو برداشت کرنے کے لائق نہیں رہ گئی تھی۔ دھیرے دھیرے ان کی صحت خراب ہوتی گئی آخری ایام میں وہ بولنے میں بھی دشواری محسوس کرتے تھے، اپنی نیند بھی بغیر آنکھ بند کیے پوری کر لیتے تھے، آخر کے دو تین روز تو وہ دنیا مافیھا سے بالکل بے خبر کسی اور عالم میں تھے، مولانا آزاد ان کے دل ودماغ پر اس قدر سوار تھے کہ اگر کوئی انٹرویو لینے پہونچتا تو آزاد کی ایک ٹوپی ان کے پاس تھی، وہ آنے والے کے سر پر کچھ دیر کے لیے ضرور ڈالتے اور دیکھ کر خوش ہوتے۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری نے ۱۹۵۸ء سے مولانا ابوالکلام آزاد پر لکھنا شروع کیا، جب ان کی عمر صرف سترہ سال تھی، انہوں نے مولانا ابوالکلام آزاد پر پہلا مضمون ان کے انتقال کے بعد لکھا تھا، جو ہفت روزہ چٹان لاہور میں شائع ہوا تھا، پھر یہ موضوع ان کے دل ودماغ پر چھا گیا۔

کم وبیش ڈیڑھ سو کتابیں انہوں نے تصنیف کیں جن میں پچاس کتابیں صرف مولانا ابوکلام آزاد سے متعلق ہیں، ان کا عظیم تحقیقی کارنامہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی سیاسی ڈائری ہے، جسے انہوں نے مولانا حسین احمد مدنی کی سیاسی ڈائری۔ اخبار وافکار کی روشنی میں کے عنوان سے مرتب کیا۔ یہ کتاب سات ہزار صفحات سے زائد آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ان کی دیگر کتابوں میں امام الہند۔ تعمیری افکار، دیوان ابونصر غلام یٰسین دہلوی (فارسی اور اردو کلام کا مجموعہ) جس کے ساتھ کلام آزروو آبرو کا ضمیمہ بھی لگا ہوا ہے، تاریخ پاکستان، افکار ومسائل مولانا محمد علی اور ان کی صحافت، اشفاق اللہ خان شہید، حیات وافکار، مولانا عبیداللہ سندھی کے انقلابی منصوبے، مولانا محمد علی سوانح وخدمات خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ بقول عبدالغفار شیرانی امام شاہ ولی اللہ ان کی تحقیق کا نقطۂ آغاز ہے اور تقسیم ہند حرف اختتام۔

ڈاکٹر صاحب کی شادی دوران طالب علمی ہی ہوگئی تھی، پہلا بچہ سلمان ہندی ایام طفلی میں ہی موت کی آغوش میں چلا گیا، اس کی یاد کو باقی رکھنے کے لیے انہوں نے اپنا نام ۱۹۶۱ء میں میٹرک کے امتحان میں ابوسلمان الھندی درج کرایا، تمام تعلیمی اسناد، پی ایچ ڈی کی ڈگری اور کتابوں کے سرورق پر یہ نام اس قدر چھپا کہ لوگ تصدق حسین خان کو بھول ہی گیے، الھندی کی جگہ شاہ جہاں پوری نام کا جز ہوگیا، دوسرا لڑکا شاہد حسین خان کا انتقال مارچ ۲۰۱۱ء میں ہوگیا۔ انہوں نے پس ماندگان میں پانچ لڑکیوں کو چھوڑا، ان میں سے کئی ان کے تحقیقی کاموں میں معاون ومددگار ہوا کرتی تھیں۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری کی حیات وخدمات پر ان کی زندگی میں ہی اچھا خاصا کام ہوا، ابوسلمان صاحب مولانا آزاد پر تحقیق کرتے تھے اور پاکستان کے دوسرے محققین کا موضوع خود ڈاکٹر ابوسلمان تھے، اس سلسلے میں خالد ہمایوں کی ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری کی ابوالکلامیاں، جاوید احمد خان خورشید کی کتابیات، تصانیف، مقالات ودیگر ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری، ادارہ معارف اسلامی میں مطبوعہ ''شاہ جہاں پوری کا سوانحی خاکہ بلال احمد کی ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری کے یادگار تحقیقی کارنامے کا نام لیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری مزاجاً نرم، متواضع اور نمود ونمائش سے دور رہنا پسند کرتے تھے، ان کے اندر نہ تو علمی غرور تھا اور نہ پندار آگہی، مجلّہ وغیرہ میں ساری تحقیق ان کی ہوتی تھی، لیکن وہ اپنا نام دینے سے گریز کرتے تھے، ان کا مزاج تحقیق میں خودنمائی سے دور رہنے کا تھا، وہ اپنی ذات میں ایک انجمن نہیں مکمل ادارہ تھے جو کام اکاڈمیاں ان دنوں کرتی ہیں، اس کو انہوں نے تنہا کر دکھایا ایسی عظیم شخصیت کا دنیا سے چلا جانا علم وتحقیق کی دنیا کا بڑا نقصان ہے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین یا رب العالمین۔

کتابوں کی دنیا ✍: مولانا رضوان احمد ندوی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

# صبح وشام کے روحانی وظائف

اللہ رب العزت کے سامنے عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنی بندی اور بیچارگی کا اقرار کرنا اور اس کے حضور دنیا وآخرت کی کامیابی کے لئے اپنی ہتھیلیاں پھیلانا دعاء ہے، کیونکہ دعا ٹوٹے دلوں کو سہارا دیتی ہے، بے چین لوگوں کو سکون بخشتی ہے، اس سے انسان کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ دعاء کے ذریعہ اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے، اس لئے حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے، اللہ اپنے بندوں کی بات سنتے ہیں اور ان کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں، چنانچہ احادیث میں دعاء کو پورے آداب وشرائط کے ساتھ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے جو دعا بے دلی سے مانگی جاتی ہے، وہ مقبول نہیں ہوتی، بہت سے لوگوں کو شکایت رہتی ہے کہ ہماری دعاء قبول نہیں ہوئی، ایسے لوگوں کو محاسبہ کرنا چاہیے کہ انہوں نے دعاء کو خشوع وخضوع سے مانگا ہے یا نہیں؟ اسی لئے ہمارے بزرگوں نے دعاء کے آداب پر جتنی کتابیں لکھیں اس میں دعاء کے ذکر کے ساتھ آداب بھی بیان فرمائے، امام نووی نے الاذکار تحریر فرمائی، امام ابن جزوی نے الحصن الحصین فی کلام سید المرسلین کے نام سے دعاؤں اور اذکار کا ایک قیمتی مجموعہ پیش فرمایا، اس کے علاوہ اردو میں بھی چھوٹے بڑے مجموعے بکثرت ترتیب دیئے گئے۔

پیش نظر کتاب ''صبح وشام کے روحانی وظائف'' اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کو محترم مولانا محمد ساجد رحمانی امام وخطیب جامع مسجد ابوبکر صدیق فیڈرل کالونی عیسیٰ پور پھلواری شریف پٹنہ نے محنت سے مرتب کیا ہے، انہوں نے اس کتابچہ میں روزمرہ کی چھوٹی بڑی متفرق دعائیں شامل کی ہیں، جو یقیناً ایک بڑا کارنامہ ہے، اس کے لئے مؤلف شکریے کے مستحق ہیں، میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتابچہ کی نافعیت کو عام فرمائے اور مؤلف کی اس خدمت کو شرف قبولیت عطا کرے، انہوں نے ۱۰۴/صفحات پر مشتمل اس کتابچہ میں چند قرآنی سورتوں کے فضائل، اسناد منزل، اور دنیا وآخرت کی بھلائی سے متعلق مسنون دعاؤں کا انتخاب کیا ہے اور آخری صفحہ میں خطبہ جمعہ، خطبہ جمعۃ الوداع کو شریک اشاعت کیا ہے، چونکہ مؤلف کی یہ پہلی علمی کاوش ہے، اس لئے تصنیف وتالیف کے اصول وطور طریقے کی خامی رہ گئی ہے، اگر مؤلف آئندہ ایڈیشن میں توجہ فرمائیں تو کتابچہ کی افادیت مزید دو چند ہو سکتی ہے۔ مثلا (۱) کتابچہ میں مؤلف کا ایک پیش لفظ ہونا چاہئے تاکہ اس کے ذریعہ کتابچہ کے خد وخال واضح ہو سکے۔ (۲) دعاؤں کی ترتیب میں پہلے قرآنی دعائیں، پھر احادیث کی دعائیں اور اس کے بعد مسنون دعاؤں کا ذکر ہونا چاہیے۔ (۳) مذکورہ دعاؤں کے پڑھنے کا طریقہ بھی بتلانا چاہیے۔ (۴) بعض اوراد وظائف ایسے ہیں جن کے پڑھنے کا اہتمام کسی اہل دل وصاحب نسبت بزرگ کی ہدایت ورہنمائی میں ہونی چاہیے۔ (۵) کتابچہ میں مذکور قرآنی آیات اور سورتوں کی فضیلت پر ایک مختصر نوٹ ہونا چاہیے تاکہ تلاوت کرنے والوں میں ذوق وشوق پیدا ہو۔ (۶) مخصوص دعاؤں کا اردو میں بھی ترجمہ دینا چاہئے تاکہ دعاء کرنے والے کا دل مستحضر ہو کہ وہ اللہ سے کیا طلب کرنا چاہتے ہیں، یہ چند بنیادی باتیں سرسری طور پر ذہن میں آئیں جن کا تذکرہ کیا گیا، امید ہے کہ مؤلف اس پر توجہ فرمائیں گے، ویسے کتابچہ عمدہ ہے، سائز بھی ٹھیک ہے، طباعت بھی پرکشش اور لائق تحسین ہے، سفر وحضر کے لئے ایک قیمتی علمی تحفہ ہے، قیمت کی وضاحت نہیں ہے، خواہشمند حضرات مؤلف کے موبائل نمبر 9336023825 پر رابطہ کر کے طلب کر سکتے ہیں۔

# ساز حیات

جناب قمر زاہدی صاحب ریاست بہار کے شہر گیا کے ایک ممتاز ادیب وشاعر اور باکمال افسانہ نگار تھے، شاعری کی طرف ۱۹۴۹ء سے رجحان پیدا ہوا، اور پھر اس میدان میں اپنے فنکارانہ مہارت سے ترقی پسند شاعروں کی فہرست میں شمار کیے جانے لگے، انہوں نے بے شمار غزلیں نظمیں اور قطعات لکھیں جس میں بے ساختگی بھی ہے، حسن آفرینی بھی، مسائل کی عکاسی بھی اور خیالات کی بلند آہنگی بھی ان کا یہ شعر۔

کیوں کر پوچھے ہے، دیوانے کدھر کو جائے ہے
جو ملے ہے راہ میں پتھر وہی برسائے ہے

اس شعر میں شاعر نے انسانی زندگی کے نشیب وفراز کی دلکش انداز میں عکاسی کی ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے منتشر اشعار اور غزلوں کو ان کے صاحبزادے جناب ڈاکٹر مظہر اقبال زاہدی نے ''ساز حیات'' کے نام سے طبع کرایا اور جناب کامران غنی صبا نے اس کو ترتیب دی جو اس وقت پیش نظر ہے، مرتب نے حرف آغاز میں اس مجموعہ کلام کی چند خصوصیات بیان کیں جو مطالعہ کے لائق ہے، اس کے بعد شاعر جناب قمر زاہدی کی خودنوشت ''ہم کیوں لکھتے ہیں'' کے عنوان سے ایک عمدہ تحریر ہے، جو غالباً ان کی زندگی کا آخری مضمون ہے، اس کے بعد جناب ڈاکٹر خورشید سمیع اور مولانا ریاض فردوسی نے قمر زاہد کی شاعرانہ عظمت پر اپنے بیش بہا تاثرات کا اظہار کیا، بعد ازاں اصل کتاب کے مشمولات نعت، غزلیں، نظمیں اور قطعات شائع کئے گئے ہیں، جن کے پڑھنے سے دل میں گداز اور فکر وخیال میں وسعت وتوانائی پیدا ہوتی ہے۔ اس کتاب کی طباعت میں اردو ڈائرکٹوریٹ محکمہ کابینہ سکریٹریٹ پٹنہ کا مالی تعاون شامل ہے، اس لئے اس کی طباعت اور کاغذ بہت عمدہ اور معیاری ہے۔ ۱۵۲/صفحات پر مشتمل اس مجموعہ کلام کی قیمت دو سو روپے ہے، شعر وشاعری سے ذوق رکھنے والے اصحاب فکر ونظر کتاب منزل سبزی باغ پٹنہ نمبر۴، سے منگوا سکتے ہیں۔

## حکایات اہل دل

: مولانا رضوان احمد ندوی

# حضرت جنید بغدادیؒ کے روحانی کمالات

سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی (۸۳۰ءتا۹۱۰ء) کے روحانی کمالات اور عارفانہ عظمتوں پرتمام اولیاء ومشائخ کا اتفاق ہے، دنیاءتصوف میں آپ کا شمار سلطان طریقت کی حیثیت سے ہوتا ہے، آپ کومقتداء اہل تصوف کا بھی لقب دیا گیا، ۸۳۰ء میں بغداد میں پیدا ہوئے، والدمحترم کا نام محمد اور دادا کا نام جنیدقواریری تھا اور اسی نام سے آپ مشہور بھی ہوئے، مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کا خاندان کوئی بہت زیادہ علمی خاندان نہ تھا، البتہ آپ کے ماموں حضرت سری سقطیؒ اپنے عہد کے بہت بڑے ولی کامل اور عارف باللہ بزرگ تھے، دور دراز تک ان کے روحانی فیوض وبرکات سے خلق خدا فیضیاب ہوتی، ان کے متوسلین کا دائرہ بھی وسیع تھا، آپ ہی کی تربیت میں حضرت جنید بغدادی نے علم ومعرفت اور احسان وتصوف کے منازل طے کئے، حضرت بغدادی کے والد محمد آئینہ سازی اور شیشہ گری کے آلات کی تجارت کرتے تھے، جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ بھی والد ماجد کے ساتھ شیشے کی دکان پر بیٹھنے لگے، گویا والد صاحب آپ کوتجارت وپیشہ میں لگانا چاہتے تھے کہ مستقبل میں اس کام کوانجام دے سکیں مگران کو یہ راز معلوم نہیں تھا کہ اس بچے کا دل آئینے سے بھی زیادہ صاف ہے اور یہی جوان ہوکر سیکڑوں آئینے تراشے گا ایسے آئینے جن کی آب وتاب قیامت تک باقی رہے گی، ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے ماموں تشریف لائے اور آپ کے والد ماجد سے مخاطب ہوکر کہا کہ یہ بچہ تجارت کے لئے پیدا نہیں ہوا ہے، اللہ اس سے کوئی دوسرا بڑا کام لینا چاہتے ہیں، اس کو ہمیں دیدیجئے پھر بھانجہ کو اپنے ساتھ لے کر گھر آئے، ان کی عمدہ تعلیم وتربیت کی، بغداد کے ممتاز اور ماہر فن اساتذہ کی نگرانی میں تعلیم دلوائی، اس طرح انہوں نے اپنی ذہانت وفطانت سے مختلف علوم وفنون میں کمال پیدا کرلیا، جس کی وجہ سے وہ ماموں کے بھی محبوب نظر بن گئے، ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ مدرسہ سے گھر لوٹ رہتے تھے، اچانک والد صاحب پر نظر پڑی، دیکھا کہ وہ بہت افسردہ خاطر ہیں، آپ نے دریافت کیا کہ ابا! آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں، فرمانے لگے کہ میں زکوۃ کی رقم لے کر سری سقطی کے پاس گیا کہ وہ مستحق زکوۃ ہیں، اس کو قبول فرمالیں، مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا، صاحبزادے نے کہا کہ یہ رقم آپ مجھ کو دیدیجئے میں ان کی خدمت میں پیش کروں گا، چنانچہ حضرت جنید بغدادی نے قوت استدلال سے ماموں کو قائل کرلیا، اس کے باوجود حضرت سری سقطی تذبذب کے شکار رہے، مگر کیا کرتے، بھانجے کی دلجوئی کی خاطر خلاف عادت اس کو قبول کرلیا، بھانجہ سے اس درجہ انہیں محبت تھی، تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کا زیادہ وقت عبادت وریاضت، ذکر واوراد میں گذرتا، پھر ماموں جان سے باقاعدہ شرف بیعت ہوئے، پھر نہ صرف نامورصوفیاء کرام میں شمار ہونے لگے؛ بلکہ راہ سلوک میں مشائخ کے لئے مرکز قلب ونظر بھی بن گئے ہر طبقہ کے لوگ آپ کی بلندی اخلاق وکردار کے معترف تھے، اس درمیان آپ پر معرفت کے عجیب وغریب اسرار بھی منکشف ہونے لگے گرچہ حضرت جنید بغدادیؒ نے ارادتاً کبھی کسی کرامت کا اظہار نہیں کیا، مگر بڑے بڑے مشائخ آپ کے روحانی تصرف کے قائل تھے، شیخ خیرنساجؒ، حضرت سری سقطیؒ کے مرید تھے اور حضرت جنید بغدادیؒ کے پیر بھائی، ان کا بیان ہے کہ وہ ایک دن اپنے گھر میں آرام کررہے تھے، اچانک انہیں خیال آیا کہ حضرت جنید بغدادیؒ ان کے دروازے پر کھڑے ہیں، حضرت شیخ خیرنساجؒ نے دل میں کہا کہ یہ کوئی واہمہ ہوگا، اس وقت شیخ جنید بغدادیؒ یہاں کہاں؟ تھوڑی دیر بعدان کے دل میں پھر وہی خیال آیا کہ شیخ جنید دروازے پر کھڑے ان کا انتظار کررہے ہیں، حضرت خیرنساجؒ نے اپنے ذہن سے اس خیال کو جھٹک دیا اور کسی کام میں مصروف ہوگئے، تھوڑی دیر بعد پھر وہی خیال ابھرا، آخر اپنی خیالی رو سے پریشان ہوکر حضرت خیرنساجؒ نے دروازہ کھولا تو حضرت جنید بغدادیؒ کھڑے تھے، شیخ نساجؒ کو دیکھتے ہی حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا: ''جب پہلی بار آپ کے ذہن میں خیال آیا تھا تو اسی وقت باہر کیوں نہیں آئے؟'' حضرت شیخ نساجؒ حضرت جنید بغدادیؒ کی اس قوت کشف پر حیران رہ گئے اکثر اپنی مجلس میں کہا کرتے تھے: ''دوسرے بزرگوں کوبھی روحانی تصرف حاصل ہے مگر شیخ جنید کی روحانیت کا عجیب عالم ہے''۔(اللہ کے سفیر)

مولانا جامی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''نفحات الانس'' میں یہ واقعہ تحریر کیا ہے مشہور بزرگ ہمش بن حسینؒ ہمدان میں رہتے تھے اور ابومحمدؒ کے لقب سے مشہور تھے، ایک دن رات کے وقت کسی نے ان کے دروازے پر دستک دی، ابومحمدؒ کہتے ہیں کہ دستک کی آواز سنتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ شیخ جنیدؒ آئے ہوں گے، حالانکہ حضرت جنیدؒ اس وقت ہمدان سے بہت دور بغداد میں قیام فرما تھے، پھر جیسے ہی ابومحمدؒ گھر سے باہر آئے، حضرت جنید بغدادیؒ کو دروازے پر اپنا منتظر پایا۔ ابومحمدؒ! میں خاص طور پر تم ہی سے ملنے کے لئے بغداد سے یہاں آیا ہوں'' حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا اور بڑی گرم جوشی کے ساتھ ملے، پھر کچھ دیر تک گفتگو کرتے رہے اور اس کے بعد تشریف لے گئے۔ دوسرے دن ابومحمدؒ نے حضرت جنید بغدادیؒ کو بہت تلاش کیا مگر آپ کا کہیں پتا نہیں تھا، قافلے والوں سے جاکر پوچھا تو ان لوگوں نے بھی اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ تذکرہ نگاروں نے حضرت جنید بغدادیؒ کے حوالہ سے ان کی زندگی کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ: ''ایک دن میرا گزر کوفے کی طرف ہوا، وہاں میں نے ایک عالیشان مکان دیکھا جو کسی بڑے رئیس کی ملکیت معلوم ہوتا تھا، مکان کے چاروں طرف چہل پہل نظر آرہی تھی، قدم قدم پر دولت کے کرشمے نمایاں تھے، اس مکان کے کئی دروازے تھے اور ہر دروازے پر نوکروں اور غلاموں کا ہجوم نظر آرہا تھا، ابھی میں دل ہی دل میں ان لوگوں کی بدمستی اور بے خبری پر افسوس کررہا تھا کہ اچانک ایک خوش گلو عورت کی آواز سنائی دی، میں نے غور سے سنا وہ عورت نہایت دلکش آواز میں یہ اشعار گارہی تھی۔ ''اے مکان! تیری چار دیواری کے اندر کبھی کوئی غم نہ آئے''۔ ''اور تیرے رہنے والوں کے ساتھ یہ ظالم زمانہ کبھی مذاق نہ کرے'' (جیسے کہ اس کی عادت ہے کہ وہ بڑے بڑے محلات کو آن کی آن ویران کردیتا ہے) ''جب کوئی مہمان بے گھر ہو تو ایسے مہمان کے لئے تو کیسا اچھا گھر ہے؟'' (ترجمہ) حضرت جنید بغدادیؒ نے عورت کے اشعار سنے تو یہ کہتے ہوئے آگے تشریف لے گئے۔ ''ان لوگوں کی حالت بہت نازک اور سنگین ہے، یہ دنیا اور اس کی رنگینیوں میں مکمل طور پر غرق ہوچکے ہیں۔'' پھر ایک مدت کے بعد اتفاق سے حضرت جنید بغدادیؒ کا گزر اسی محل نما مکان کی طرف سے ہوا، آپ نے حیران ہوکر اس عشرت کدے پر نظر ڈالی، کوئی نوکر اور غلام وہاں موجود نہیں تھا، در و دیوار انتہائی خستہ ہوچکے تھے اور جگہ جگہ سے اینٹیں گر رہی تھیں، ریشمی پردے دھجیوں میں تبدیل ہوکر پیوند خاک ہوچکے تھے، دروازے تباہ ہوگئے تھے، اب نہ صاحب جائداد تھا، نہ دربان، فانوسوں اور قمقموں کی جگہ چمگادڑوں نے اپنا مسکن بنا لیا تھا، جن کمروں میں شہر کے بڑے بڑے امراء جمع ہوکر داد عیش دیا کرتے تھے، اب وہاں ذلت ونحوست برس رہی تھی اور ہاتف غیب یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔ ''اس کی ساری خوبیاں جاتی رہیں اور رنج والم نمایاں ہوگئے، زمانے کا یہی مزاج ہے کہ وہ ایسے کسی مکان کو صحیح وسالم نہیں چھوڑے گا''۔ لہٰذا اس مکان کے اندر جو انس (محبت) پایا جاتا تھا، اسے وحشت میں بدل دیا گیا اور کیف وسرود کی جگہ شور ماتم برپا کردیا گیا''۔

مکان کی یہ حالت دیکھ کر حضرت جنید بغدادیؒ کو بہت افسوس ہوا، پھر آپ نے ایک پڑوسی سے پوچھا: ''اس عشرت کدے کے مکین کہاں چلے گئے؟'' پڑوسی نے بتایا ''مالک مکان مرگیا اور اس کے مرتے ہی مکان کی ساری رونقیں بھی رخصت ہوگئیں؟ اب اس مکان میں کوئی بھی نہیں رہتا؟'' حضرت جنید بغدادیؒ نے افسردہ لہجے میں پوچھا۔

ایک بوڑھی عورت کسی کمرے میں پڑی رہتی ہے'' پڑوسی نے بتایا۔ ''محلے والے ترس کھا کر اسے کھانا کھلا دیتے ہیں ورنہ وہ عورت مکان چھوڑ کر کہیں نہیں جاتی'' حضرت جنید بغدادیؒ اضطراب کے عالم میں اس کمرے تک پہنچے اور دروازے پر دستک دی۔ اندر سے ایک غمزدہ عورت کی آواز آئی ''کون ہے؟'' ''میں اللہ کا ایک بندہ ہوں'' حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا: ''واپس چلے جاؤ! عورت نے انتہائی افسردہ لہجے میں کہا ''اب میرے سوا یہاں کوئی نہیں رہتا، وہ زمانے رخصت ہوئے، مجھ غریب کو پریشان نہ کرو''۔

دروازہ کھولو!'' حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ''مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے'' عورت نے دروازہ کھول دیا اور حضرت جنید بغدادیؒ کو حیرت سے دیکھنے لگی۔ ''اس مکان کی وہ آب وتاب، وہ چاند سورج (پری چہرہ لوگ) وہ کنزیں اور غلام اور وہ عیش وعشرت کے دلدادہ لوگ کہاں چلے گئے؟ حضرت جنید بغدادیؒ نے اس عورت سے پوچھا، یہ سن کر وہ عورت زاروقطار رونے لگی ''آسائش کی وہ چیزیں کسی اور کی تھیں۔ اس مکان کے رہنے والے غلطی سے انہیں اپنا سمجھ بیٹھے تھے، سارا ساز وسامان کرائے کا تھا، جہاں سے آیا تھا، وہیں چلا گیا'' ''کئی سال پہلے جب میں ادھر سے گزرا تھا تو میں نے ایک عورت کو یہ اشعار پڑھتے سنا تھا'' حضرت جنید بغدادیؒ نے وہی اشعار دہرادئے۔

اس عورت نے ایک آہ سرد کھینچی اور نہایت رقت آمیز لہجے میں بولی ''خدا کی قسم! میں وہی عورت ہوں جس کی زبان سے آپ نے یہ اشعار سنے تھے''۔

''پھر یہ عالیشان مکان اور اس کے مکین اس حال کو کیسے پہنچے؟ حضرت جنید بغدادیؒ نے پوچھا۔ انسان جس دنیا پر غرور کرتا ہے وہ دنیا باقی نہیں رہتی، بس اس کے حال پر ماتم اور عبرت کرنے والے باقی رہ جاتے ہیں'' عورت کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر تم اس ویرانے میں اکیلی کیوں پڑی ہو؟'' حضرت جنید بغدادیؒ نے اس شکستہ حال عورت سے پوچھا۔

''آپ بھی کیسا ظلم کرتے ہیں کہ مجھ سے اس مکان کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جانے کے لئے کہتے ہیں؟'' اس عورت نے نہایت غم زدہ لہجے میں جواب دیا ''کیا یہ مکان میرے دوستوں اور پیاروں کا مسکن نہیں تھا؟ کیا یہ ان اگلی محبتوں کی یادگار نہیں ہے؟ پھر میں اسے چھوڑ کر کیسے چلی جاؤں، کہنے والے کیا کہیں گے کہ میں صرف رونقوں اور خوشیوں کی ہم نشیں تھی، بدحالی اور ویرانی کی شریک نہیں، یہ تو بڑی بدعہدی ہوگی، لوگ میرے عمل کو بدترین بے وفائی سے تعبیر کریں گے، میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گی، جب تک میرا جسم اس عمارت کے ملبے میں دفن نہیں ہوجائے گا'' یہ کہہ کر اس عورت نے ایک اور شعر پڑھا جو محبت کی خلش اور سوز وگداز سے لبریز تھا۔ ''میرا دل مقامات محبت کی تعظیم کرتا ہے، اگرچہ ان کے کمرے نعمت ومال سے محروم ہوچکے ہیں'' (ترجمہ)

یہ شعر سنتے ہی حضرت جنید بغدادیؒ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، ''سچ کہا تم نے'' حضرت جنید بغدادیؒ پر کیف وجذب کی عجیب کیفیت طاری تھی، پھر آپ اسی عالم میں بغداد تشریف لے آئے۔ (اللہ کے سفیر، ص:۳۷)

اسی طرح کے متعدد واقعات تاریخ وسیر کی کتابوں میں موجود ہیں، اللہ نے آپ کو دوبار حج وزیارت بیت اللہ سے شرفیاب کیا، مکہ کے اس سفر میں بھی تزکیہ واصلاح باطن فرماتے رہے، مختلف مقامات پر آپ کی مجلس وعظ جمتی اور لوگ پوری توجہ وانہماک سے آپ کی گفتگو سنتے اور بسا اوقات ان کی آنکھوں سے انسوؤں کے آبشار جاری ہوجاتے تھے، لوگ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوتے اور ندامت وشرمندگی سے بھی آنسو بہاتے، بغداد میں آپ کے وعظ کے اثر سے کئی ہزار لوگوں نے اسلام قبول کیا، یقین مانئے کہ جس پر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو علم وحکمت سے سرفراز فرماتا ہے تو اس کے دل ودماغ کے دریچے کھول دیتا ہے پھر وہ الہام کے ذریعہ اپنا مافی الضمیر ادا کرتا ہے، حضرت جنید بغدادیؒ ایسے ہی بزرگوں میں تھے، جو عام مجلسوں میں صرف ان ہی امور پر گفتگو کرتے جن تک عام انسانی ذہن کی رسائی ہوتی آپ کی تقریروں کا موضوع اخلاقیات ہوتا، تاکہ عوام کے کردار کی تعمیر ہوسکے، اللہ تعالیٰ آپ سے دین کی خدمت کا بڑا کام لیا اللہ ان کی تربت پر رحمت کی بارش برسائے۔

# اسلامی قانون کا امتیاز

ڈاکٹر محمد راشد علی گڈھ

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اور زندگی کے تمام معاملات میں خالق کائنات اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری، ان کے احکام کی بجا آوری کا نام ہے اور جس کی تعلیمات کا بنیادی اور اولین ماخذ قرآن مجید اور احادیث رسولؐ ہیں۔ حدیث پاک میں ہے ''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ، جب تک تم ان پر کاربند رہو گے گمراہ نہیں ہوگے ، اور یہ اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے''۔ دوسرے لفظوں میں اسلام وہ طریقہ زندگی ہے جس میں ایک انسان خود کو اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے سپرد کر دیتا ہے اور خود سپردگی نیز اطاعت وفرمانبرداری ہی اسلام کا لغوی معنیٰ بھی ہے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کا لازمی نتیجہ امن وسلامتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امن وسلامتی اسلامی تعلیمات کا لازمی نتیجہ ہے۔

اسلام کا انسانی زندگی سے گہرا عملی تعلق ہے جو اس کی سماجی وسیاسی اور دینی ودنیوی دونوں امور میں مکمل رہنمائی کرتا ہے اور انسان کی زندگی میں پیش آنے والے مسائل ومشکلات میں اس کا بہترین حل پیش کرتا ہے۔ ارشاد پاک ہے: إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ (الاسراء:۹) بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔ اسی لئے اسلام کو قرآن مجید میں دین کامل اور تکمیل نعمت سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا: ''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور اسلام کو تمہارے لئے تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے'' (المائدہ:۳) مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''دین کو مکمل کر دینے سے مراد اس کو ایک مستقل نظم فکر وعمل اور ایک ایسا نظام تہذیب وتمدن بنا دینا ہے جس میں زندگی کے جملہ مسائل کا جواب اصولاً یا تفصیلاً موجود ہو۔ اور ہدایت ورہنمائی حاصل کرنے کیلئے کسی حال میں اس سے باہر جانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔'' اگر ادیان ومذاہب پر نظر ڈالی جائے تو وہ جامعیت کے اس وصف سے خالی نظر آتے ہیں، ان مذاہب کے ماننے والوں کے نزدیک دین بظاہر چند مخصوص اعمال ورسوم کی ادائیگی تک ہی محدود ہے نیز ان کے ماننے والوں کی طرف سے بھی ان کے دین کامل ہونے کا کوئی دعویٰ نظر نہیں آتا۔ ان کے نزدیک مذہبی اور دیندار ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان دنیا کے کاروبار اور مشاغل سے خود کو الگ کر لے اور زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ انسان سنیاسی یا تارک الدنیا بن کر جنگلوں میں اپنی زندگی گزارے۔ یا رہبانیت اختیار کر لے اور تجرد کی زندگی بسر کرے اور ازدواجی زندگی اور آل واولاد سے کنارہ کشی اختیار کر لے۔ ظاہر ہے ایسا شخص زندگی کی بھاگ دوڑ اور حصول رزق کی جدوجہد میں اپنے ابناء جنس کا معاون ومددگار اور ان کا سہارا بننے کے بجائے خود ہی قدم قدم پر دوسروں کے سہارے اور ان کی مدد کا محتاج بن جاتا ہے اور اپنوں کا بوجھ اٹھانے کے بجائے خود دوسروں پر ایک بوجھ بن جاتا ہے۔ اسلام ایسے شخص کو دیندار نہیں کہتا ، اسلام کی نگاہ میں دوسروں کے کام آنا ، ان کا بوجھ اٹھانا ہی اصل دینداری ہے ، انسان کا دوسروں کے کام آنا بڑا کار ثواب ہے جب کہ وہ اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کیلئے ہو ، حضرت انسؓ کی روایت ہے: ''ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، بعض لوگوں نے روزہ رکھا اور بعض نے نہیں رکھا۔ روزہ نہ رکھنے والوں نے کافی مستعدی کے ساتھ کاموں میں حصہ لیا، جب کہ روزہ نہ رکھنے والے زیادہ کام نہ کر سکے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج روزہ نہ رکھنے والے ثواب میں آگے نکل گئے۔'' عملی زندگی میں ایک دوسرے کا تعاون کرنا اسلام کا خاص وصف ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان اجتماعیت پسند ہے، وہ سماجی اور معاشرتی زندگی بسر کرنے کیلئے فطرتاً مجبور ہے۔ اس سے ایک دوسرے کی ضروریات کی تکمیل اور وسائل زندگی کی فراہمی میں مدد ملتی ہے، ساتھ ہی اجتماعی ومعاشرتی زندگی میں باہم اختلافات کا پیدا ہونا بھی ایک فطری حقیقت ہے، انسان کے اندر غیظ وغضب، ظلم وزیادتی، حق تلفی اور ناانصافی کا مادہ بھی پایا جاتا ہے، جیسا کہ اس حقیقت کی طرف قرآن کریم نشاندہی کرتا ہے: ''اور واقعہ یہ ہے کہ مل کر ساتھ رہنے والے اکثر ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں بس وہی لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور ایسے لوگ کم ہیں'' (ص:۲۴) انسان کا نفس بھی بہ نسبت خیر کے بدی کی طرف زیادہ مائل رہتا ہے ، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ''میں اپنے نفس کی برأت نہیں کر رہا ہوں نفس تو برائی پر اکساتا ہی ہے'' (یوسف:۲۵) آپسی اختلافات جب شدید ہو جاتے ہیں تو ظلم وزیادتی، حق تلفی ، ناانصافی اور قتل وخونریزی کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں معاشرے کے امن وسکون کو جو کہ زندگی کی بقاء اور انسان کی خوشحالی کیلئے بنیادی عنصر ہے، شدید خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اس لئے سماج اور معاشرے کو پُرامن رکھنے کیلئے کچھ اصول وقوانین کی ضرورت ہوتی ہے جن کی پابندی معاشرے کے ہر فرد کیلئے لازمی ہوتی ہے۔

## انسان کے بنائے ہوئے قوانین مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں:

سوال یہ ہے کہ ایک پُرامن معاشرے کی تشکیل کیلئے انسان جس قانون اور ضابطۂ زندگی کا محتاج ہے وہ اس کو کہاں سے حاصل ہوگا۔ اس کو بنانے اور قوانین کو وضع کرنے کا اہل انسانوں میں سے کوئی ہے یا نہیں۔ چنانچہ انبیاء کرام کے علاوہ جو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے اخلاق واعمال کی اصلاح کیلئے مامور ومبعوث ہوتے ہیں ، عام انسانوں میں کوئی اس کا اہل نہیں کہ وہ دوسروں کیلئے قانون وضع کرے اور دوسرے لازماً اس کے بنائے ہوئے قوانین کی اتباع کریں۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین وقتی مصلحتوں پر مبنی ہوتے ہیں، حکومتیں جو قوانین بناتی ہیں ان سے عوام کی فلاح وبہبود اور ملک میں امن امان سے زیادہ اپنی حکومت کو دوام واستحکام بخشنا مقصود ہوتا ہے۔ حکومتیں اپنے مفادات کو پیش نظر کر قوانین بناتی ہیں، کسی ایک انسان یا کسی انسانی جماعت کا بنایا ہوا قانون تمام انسانوں کو نہ تو مطمئن کر سکتا ہے اور نہ ہی سب کیلئے قابل قبول ہو سکتا ہے۔

فی الحقیقت انسان زندگی کی فلاح وسعادت کیلئے قانون بنانے کا اہل نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ انسانوں کے ذریعہ بنائے ہوئے قوانین کو بار بار بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ بعثت انبیاء اور قانون وشریعت کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: ''نوع انسان کو اپنے اختیاری اعمال وحرکات اور مصلحتی معاملات میں باہمی اجتماع اور تعاون کی ضرورت ہے ، اگر انسانوں میں یہ اجتماع اور تعاون نہ ہو تو انسان کا کوئی فرد زندہ نہ رہے۔ نہ جان ومال، عزت وآبرو کی حفاظت ہو سکے۔ اسی بقائے نفس اور جان ومال اور عزت وآبرو کے تحت اصول کا نام شریعت ہے''۔ انہیں اصول وقوانین کی وجہ سے سماج میں انسان کو دوسروں کا تعاون حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے لئے زندگی کا سامان فراہم کرتا ہے اور اسی کے ذریعہ نوع انسانی کی زندگی اور انکی دولت وجائداد اور عزت وآبرو کے بچاؤ کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک ایسا قانون جو بالکل غیر جانب دار اور تمام انسانوں کے لئے یکساں مفید اور قابل قبول کیسے ہو سکتا ہے۔ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں: ''اس تعاون کے اصول ضروریہ ہیں کہ مرتب محدود اور معلوم ہوں اور وہ اس طرح بنائے جائیں جن میں کسی شخص، خاندان، قبیلہ، قوم اور ملک کے فوائد کی ترجیح نہ ہو بلکہ ان میں سب کا برابر فائدہ ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسا قانون انسان کے ذریعہ ممکن نہیں بلکہ الٰہی اور تعلیم ربانی سے بن سکتا ہے، مطلب یہ ہے کہ محض کسی انسان کی عقل سے جو بہر حال کسی خاص شخص یا کسی خاص خاندان ، قبیلہ ، قوم اور ملک کا ہوگا ایسا غیر جانب دارانہ قانون جس میں تمام مخلوقات کی حیثیت یکساں ہو اور کسی طرف پلہ جھکنے نہ پائے اور تمام عالم کیلئے واجب العمل ہو، محال ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہ اصول اسی کی طرف سے ہوں جس کے ہاتھ میں نظام عالم کی باگ ڈور ہے اور جو پورے نوع انسانی کے اندرونی وبیرونی احوال وکیفیات اور رموز سے باخبر ہے''۔

مذاہب عالم میں اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو دین اہل کے وصف سے متصف اور قوانین کی ضرورت اور اس کو وضع کرنے کی اہلیت کے معیار کے عین مطابق ہے، یہی وہ دین ہے جو انسانوں کے خالق ومالک کی طرف سے سارے انسانوں کیلئے ضابطۂ زندگی، نظام سیاست وحکومت اور ان کے حق میں رحمت بنا کر نازل کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء:۷۰) اے نبی ہم نے تم کو دراصل دنیا والوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محسن انسانیت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے دنیا کو جو دین اور نظام زندگی ملا ہے وہ فی الحقیقت انسانوں کے حق میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت ومہربانی اور ایک عظیم نعمت ہے۔ لیکن خواہشات نفس میں مبتلا سلاطین اور حکمراں طبقے کی طرف سے ہمیشہ اللہ کی اس عظیم نعمت پر دنیا میں فتنہ وفساد اور بدامنی کا الزام لگتا رہا ہے، قرآن مجید میں متعدد ایسی آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام پر اس طرح کے بے بنیاد الزامات لگانے اور اسلام کی مخالفت میں ہمیشہ وہی طبقہ پیش پیش رہا ہے جنہیں دنیا میں مال ودولت، جاہ ومنصب اور حکومت واقتدار حاصل رہا ہے ، حکمراں طبقہ کبھی یہ نہیں چاہتا ہے کہ ان کی حکومت واقتدار کو کوئی خطرہ لاحق ہو یا اس پر زوال آئے ، یہ حکمراں طبقہ اسلام کو ہی اپنے اقتدار وحکومت کی بقاء میں سب سے بڑا خطرہ سمجھتا ہے، چنانچہ عوام کو اپنے زیر اثر اور زیر حکمرانی رکھنے کیلئے وہ اس طرح کے الزامات لگاتا ہے تاکہ بھولے بھالے عوام کو اسلام سے دور اور اس سے متنفر کیا جا سکے اور انہیں اسلام کی تعلیمات کو صدق دل سے سمجھنے اور اس پر غور وفکر کرنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔

قرآن مجید میں اسلام اور غیر اسلام کے بیچ کشمکش کی جو تصویر بیان کی گئی ہے بعینہ وہی صورت حال آج بھی دنیا میں ہر طرف نظر آ رہی ہے، اس کی جیتی جاگتی تصویر ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، کس طرح حکومت واقتدار کو باقی رکھنے کیلئے اسلام اور مسلمانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے اور انہیں ہر طرح سے زدوکوب کیا جا رہا ہے، اسلام اور مسلمانوں سے متنفر کیا جا رہا ہے؟

اسلام کو تمام مذاہب میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں حقوق انسانی کی رعایت رکھی گئی ہے اور دنیا میں جتنے بھی مظلوم طبقات ہوئے ہیں سب کو عزت اور قدردانی کا تاج پہنایا گیا ہے، اسلام درحقیقت کمزوروں، مظلوموں اور محروموں کے حق میں رحمت بن کر آیا ہے، یہ کمزوروں کے حقوق کی ادائیگی، عدل وانصاف اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزادی دلاتا ہے، یہ وہ باتیں ہیں جو قوم کے سرداروں اور حکمرانوں کو پسند نہیں۔

عدل وانصاف کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ انسانوں کے درمیان خود ساختہ طبقات اور فرقِ مراتب ہے، ہندوستانی معاشرہ میں جس کی جڑیں بہت گہری ہیں، جس کی بنیاد پر بعض طبقات کو زندگی کی بنیادی ضروریات سے زمانۂ دراز سے محروم رکھا گیا ہے، اسلام ان تمام امتیازات اور خود ساختہ مراتب کو ختم کرتا ہے، علامہ شبلی لکھتے ہیں:

تکمیلِ انسانی کی منزل میں سب سے بڑا سنگ راہ امتیاز مراتب تھا، جو دنیا کی قوموں نے، تمام مذاہب نے، تمام ممالک نے مختلف صورتوں میں قائم کر رکھا تھا، سلاطین سایۂ یزدانی تھے، جن کے آگے کسی کو چوں چرا کی مجال نہ تھی، ائمہ مذاہب کے ساتھ کوئی شخص مسائل مذہبی میں گفتگو کا مجاز نہ تھا، شرفاء رزیلوں سے ایک بالاتر مخلوق تھی، غلام آقا کے ہم سر نہیں ہو سکتے تھے، آج یہ تمام تفرقے، تمام امتیازات، یہ تمام حد بندیاں دفعتاً ٹوٹ گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! بے شک تمہارا رب ایک اور تمہارا باپ ایک ہے اور کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں ہے: مگر تقویٰ کے سبب۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد جو سب سے پہلا خطبہ دیا اس میں اسلام کے اصول حکمرانی کی وضاحت کی، اس میں کمزوروں کے حقوق کا خصوصی ذکر فرمایا، انہوں نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''میں تمہارا سردار بنایا گیا ہوں حالاں کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے جب کہ میں اس کا حق نہ دلوا دوں اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک کہ میں اس سے حق نہ لے لوں''۔

# زکوٰۃ اسلام کا اہم رکن

**مولانا محمد اسلام قاسمی**

زکوٰۃ کے لغوی معنی پاکیزگی کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں صاحب نصاب مال دار مومن کا اللہ کے حکم کے مطابق اپنے مال میں سے ایک مخصوص حصہ لوجہ اللہ ضرورتمندوں کو دینا اور چونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے قلب ونفس کی تطہیر وتزکیہ مقصود ہے، اسلئے اس پر زکوٰۃ کا اطلاق ہوتا ہے۔ درمختار باب الزکوٰۃ میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: ''عربی زبان میں زکوٰۃ کے معنی پاک ہونے اور بڑھنے کے ہیں اور شریعت میں خالص خدا کی خوشنودی کیلئے شارع کے حکم مطابق ایک مقررہ اور متعین مال کا کسی مستحق مسلمان کو مالک بنا کر دینے کا نام زکوٰۃ ہے۔''

قرآن میں اس کے لئے لفظ ''صدقہ'' بھی آیا ہے جیسا کہ سورۂ توبہ کی اس آیت سے لفظ اور مفہوم کی پوری وضاحت ہوتی ہے: کہ اے نبی! آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ آپ ان کو پاک وصاف کردیں گے۔

زکوٰۃ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ دولت کا ارتکاز نہ ہونے پائے بلکہ وہ زیادہ سے زیادہ گردش میں رہے اور اس کے ذریعہ نادار، ضرورتمند اور غریب ومحتاج مسلمانوں کی امداد ہوجائے۔

**زکوٰۃ کی فرضیت**

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی بنیادی عبادتیں وہی ہیں جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی دیگر انبیاء کی امتوں پر فرض رہی ہیں، نماز جو اسلام کا بنیادی رکن ہے وہ بھی سابقہ امتوں میں موجود رہی ہے، روزہ کیلئے تو قرآن میں واضح طور پر کہا گیا کہ ''اے ایمان والو! تمہارے اوپر روزہ اسی طرح فرض کیا گیا جس طرح ماضی کی امتوں پر فرض تھا''

اسی طرح زکوٰۃ بھی صرف امت محمدیہ پر فرض نہیں ہے؛ بلکہ سابقہ شریعتوں میں بھی فرض تھی اور جس طرح نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم قرآن میں ہے اسی طرح ان دونوں کی فرضیت اگلے پیغمبروں کی شریعت میں رہی ہے، چنانچہ سورۂ انبیاء میں حضرت ابراہیم اور ان کے صاحبزادے حضرت اسحاق اور پھر ان کے صاحبزادے حضرت یعقوب علیہم السلام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا: اور ہم نے ان کو حکم دیا اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کا اور وہ ہمارے عبادت گذار بندے تھے۔

اسی طرح سورۂ مریم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا: اور وہ (حضرت اسماعیلؑ) اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے تھے۔

سورۂ بقرہ میں جہاں بنی اسرائیل کے ایمانی میثاق وعہد اور ان بنیادی احکام کا ذکر کیا گیا ہے جن کی ادائیگی کا ان سے عہد لیا گیا تھا ان میں ایک حکم یہ بھی بیان کیا گیا ہے: وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ یعنی نماز قائم کرتے رہو اور زکوۃ ادا کرتے رہو۔ اس آیت میں تو بالکل اسی انداز میں اقامت صلوۃ اور ادائے زکوۃ کا حکم مذکور ہے جس طرح قرآن میں مسلمانوں کو نماز کے ساتھ ساتھ زکوۃ ادا کرنے کا حکم ہے۔

اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے متعلق ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: میں اللہ کا ایک بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے، اور جہاں کہیں بھی ہوں مجھے اس نے بابرکت بنایا ہے، اور جب میں زندہ رہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم ہے۔

ان مذکورہ آیاتِ قرآنی سے ظاہر ہے کہ نماز اور زکوٰۃ سابقہ شریعتوں میں خاص ارکان رہے ہیں، البتہ نماز کی ادائیگی یا زکوٰۃ کے طریقے مختلف ہوا کرتے تھے، دین اسلام میں زکوٰۃ کی فرضیت کب ہوئی تو اس کے بارے میں خود قرآنی ارشادات، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات اور تاریخی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فرضیت ہجرت سے قبل ہوچکی تھی، البتہ اس کے تفصیلی احکام، مسائل اور حدود وتعینات ہجرت کے بعد آئے ہیں اور باضابطہ طور پر زکوٰۃ کی وصولی کا حکم ۸ھ میں آیا۔

صحیح بخاری وغیرہ کی روایت کے مطابق شاہ روم کے سوال کے جواب میں ابوسفیان نے جو بیان دیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی کوئی نہ کوئی صورت موجود تھی، واضح رہے کہ ابوسفیان اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت مخالف تھے، ان کا بیان تھا: ''یأمرنا بالصلوٰۃ والزکوٰۃ والصلۃ والعفاف'' یعنی وہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ سلم) ہمیں نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے ہیں اور صلہ رحمی وپاکدامنی کی ہدایت کرتے ہیں۔

اور جب مدینہ طیبہ میں زکوٰۃ کی وصولی کا حکم نازل ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیلات بیان فرمائیں تب یہ اسلام کا ایک ایسا بنیادی رکن قرار پایا جس سے انکار کی قطعی گنجائش نہیں تھی، چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت ہوئی تو بعض ایسے مسلمانوں نے جنہیں دین کے احکام کا صحیح علم نہیں تھا یا جنہوں نے یہ سمجھا تھا کہ مسلمانوں کی مالی دشواری کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک ہی زکوٰۃ کا حکم تھا، انہوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کردیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو اَب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور مسلمانوں کے امیر المؤمنین تھے اس منع زکوٰۃ کا سخت نوٹس لیا اور فرمایا کہ مانعین زکوٰۃ سے میں جہاد کروں گا، چنانچہ انہوں نے ان افراد اور قبائل کے خلاف اعلانِ جنگ فرمادیا ''اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص ایک رسی بھی روکے گا جو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتا رہا تھا تو میں اس پر بھی اس سے جنگ کروں گا'' اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر کہ وہ مسلمان لوگ ہیں توحید ورسالت پر ایمان رکھتے ہیں (اور زکوٰہ دینے سے انکار کرتے ہیں) تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: ''واللہ لاقاتلنّ من فرّق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ'' کہ جس کسی نے نماز اور زکوۃ میں فرق کرنے کی کوشش کی میں ان سے جنگ کروں گا۔

مطلب یہ ہے کہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ نماز تو اسی طرح فرض ہے مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد زکوٰۃ کی وہ اہمیت نہیں رہی ان کے خلاف ہر حال میں جہاد کروں گا۔

(بہ شکریہ ندائے دارالعلوم دیوبند مارچ ۲۰ء)

# دار القضاء کے قیام کا مقصد معاشرہ میں انصاف کو عام کرنا ہے: مولانامحمد شبلی القاسمی

## دارالعلوم امور پورنیہ اور جامعہ فیض العلوم دالکولہ، اتر دیناج پور میں دار القضاء کا افتتاح، مولانا فضل نورانی قاسمی امور اور مفتی امتیاز قاسمی دالکولہ کے قاضی مقرر

امارت شرعیہ کا نظام مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ کا حصہ اور اس کا شعبۂ دار القضاء ایک محکم ایمانی فریضہ ہے، آج دارالعلوم امور کی سرزمین پر دار القضاء کا افتتاح اسی ایمانی فریضہ کی تکمیل اور موجودہ امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ العالی کی بصیرت آگہی اور جرأت مندانہ اقدام کی واضح تصویر ہے۔ آپسی تنازعات اور اختلافات اس دار القضاء کے ذریعہ فیصل کرائیں۔ یہ باتیں امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا شبلی القاسمی صاحب نے مورخہ ۵/مارچ کو دارالعلوم امور پورنیہ میں منعقد اجلاس عام کو خطاب کرتے ہوئے کہیں۔ انہوں نے کہا کہ دار القضاء کے قیام کا مقصد معاشرہ میں انصاف کو عام کرنا اور انصاف کی راہ کو آسان بنانا ہے۔ انصاف جس قدر عام ہوگا، معاشرہ میں اسی قدر امن وسکون قائم ہو سکے گا، اس وقت مختلف جہتوں سے شریعت اسلامی کو داغدار کرنے اور نئی نسل کے ذہن ودماغ کو اپنے دین وشریعت سے بیزار کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں، ایسے حالات میں ہمیں نئے جذبۂ ایمانی کے ساتھ اپنے دین وشریعت پر عمل کے لیے تیار رہنا چاہئے۔ موصوف نے دارالعلوم امور میں مجمع عام میں جناب مولانا فضل نورانی قاسمی صاحب استاذ دارالعلوم امور کو حضرت امیر شریعت کی طرف سے سند قضا سے بھی نوازا اور ان کے حلقہ قضا کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ اس دار القضاء کے ذریعہ خاص طور پر بیسا، بائسی اور امور مشترقی کے معاملات لئے جائیں گے، اور حل کئے جائیں گے۔ جامعہ فیض العلوم میں منعقد اجلاس میں آپ نے جناب مولانا مفتی امتیاز قاسمی صاحب کو سند قضا سے نوازا۔

اس اجلاس میں نائب ناظم امارت شرعیہ مفتی محمد سہراب ندوی، مفتی امارت شرعیہ مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی نیز نائب قاضی امارت شرعیہ مولانا قاضی انظار عالم قاسمی، وقاضی شہر پورنیہ قاضی ارشد قاسمی، قاضی شریعت بارہ عیدگاہ مولانا سرور عالم قاسمی صاحب، مولانا مفتی توقیر عالم قاسمی، اور مولانا شہنواز عالم مظاہری نے بھی خطاب کیا، دارالعلوم امور کے ناظم مفتی شمس توحید نے خطبہ استقبالیہ پڑھا، امور کے رکن اسمبلی جناب اختر الایمان صاحب نے امور میں دار القضاء کے قیام کو وقت کا اور علاقہ کی اہم ضرورت قرار دیا اور کہا کہ اس اقدام کے لئے ہم سب مسلمان حضرت امیر شریعت کے بے حد ممنون ومشکور ہیں۔ اجلاس میں ہزاروں کی تعداد میں علماء ائمہ اور عوام وخواص نے شرکت کی۔ اس موقعہ پر محترم قائم مقام ناظم صاحب نے دار القضاء بارہ عیدگاہ اور دار القضاء شہر پورنیہ کا بھی معاینہ کیا، اور خواص کے ساتھ میٹنگ کر کے علاقہ کے مسائل ومشکلات کو جاننے اور دار القضاء کے نظام کو مزید متحرک وفعال بنانے پر غور وخوض کیا۔ ۶/مارچ کو دن میں ۱۱/سے ۱/بجے تک امارت شرعیہ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ گلاب باغ پورنیہ آئی ٹی آئی کی انتظامیہ کمیٹی کے ساتھ ایک خصوصی میٹنگ ہوئی اور ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے کاموں کا جائزہ مختلف جہتوں سے لیا گیا۔ اس میٹنگ میں حضرت امیر شریعت مدظلہ کی طرف سے یہاں ''امارت پبلک اسکول'' کی تعمیری کام کو جلد شروع کرنے کی بات بھی کہی گئی، جو یقیناً امارت شرعیہ کا ایک بڑا حوصلہ مندانہ قدم ہے، آئی ٹی آئی کی میٹنگ میں سکریٹری طارق شہزاد کے علاوہ معین صاحب پروفیسر مجیب صاحب، وکیل محمد عارف صاحب اور امارت شرعیہ کے مرکزی دفتر کے کئی ذمہ دار علماء ومدعوین حضرات تشریف لائے، جبکہ پورنیہ شہر کی میٹنگ میں شہر کے معززین اور خواص کی بڑی تعداد موجود رہی۔ مورخہ ۶/مارچ کو بعد نماز مغرب جامعہ فیض العلوم دلکولہ میں بھی دارلقضاء کا افتتاح ہوا، جس میں مفتی امتیاز احمد قاسمی صاحب کو سند قضاء سے نوازا گیا۔ اس اجلاس میں قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کے علاوہ مولانا مفتی محمد سہراب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ، مولانا محمد انظار عالم قاسمی نائب قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ، مولانا محمد ارشد قاسمی قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ کشن گنج، مولانا عبد الباسط صاحب قاضی شریعت دار القضاء امارت شرعیہ ایٹاہار، اتر دیناج پور کے علاوہ مقامی علماء کرام کا دار القضاء کی اہمیت وافادیت، کلمہ کی بنیاد پر ملت کا اتحاد، تبلیغ دعوت و دین کی اہمیت، دینی وعصری تعلیم کا فروغ، اردو زبان کی ترقی وتحفظ، معاشرہ میں عدل وانصاف کی ضرورت، اسلامی قوانین کی اہمیت وضرورت، قانون شریعت کی تفہیم وتشریح، موجودہ حالات میں علماء کی ذمہ داریاں، خواتین میں دینی وتعلیمی بیداری، ایک صالح وپرامن معاشرہ کی تعمیر، جہیز تلک جیسی سماجی برائیوں کا خاتمہ جیسے ضروری اور اہم عنوانات پر خطاب ہوا۔ دونوں مقامات پر دار القضاء کے قیام سے مقامی آبادی نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور اس کے لیے حضرت امیر شریعت مدظلہ اور ذمہ داران امارت شرعیہ کا شکریہ ادا کیا۔

# خود کشی کا بڑھتا رجحان اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا شمیم اکرم رحمانی

مورخہ ۲۷/فروری کی بات ہے سوشل میڈیا پر ایک ویڈیو وائرل ہوا اور بڑی تیزی سے لاکھوں بلکہ کروڑوں لوگوں تک پہونچ گیا، ویڈیو گجرات کے احمد آباد کی رہنے والی عائشہ عارف خان کا تھا، جس میں وہ ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اپنا درد بیان کررہی تھی۔

مورخہ 25/فروری 2021 کو عائشہ نے مذکورہ بالا ویڈیو بنا کر اپنے متعلقین کو بھیجا اور پھر سابرمتی ندی میں کود کر خود کو ہلاک کرلیا، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ عائشہ کا واقعہ بھی عام واقعات کی طرح عوام میں نہیں آتا لیکن ایسا ہوا نہیں بلکہ واقعہ جلد ہی لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گیا، اور سوشل میڈیا پر مختلف قسم کے تبصرے اور سوالات کئے جانے لگے۔ عام طور پر لوگوں نے عائشہ کی خودکشی کی جو وجہ دریافت کی وہ شوہر کی طرف سے جہیز کا مزید مطالبہ تھا، عائشہ نے اپنے ویڈیو پیغام میں گرچہ وجہ کی نشاندہی نہیں کی اور لوگوں سے بھی کہا کہ وہ بعد از مرگ زیادہ بکھیرا کھڑا نہ کریں لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ لوگ وجہ دریافت نہ کریں اور خاموش بیٹھ جائیں، ویسے بھی انسان کو جس کام سے روکا جاتا ہے وہ اس کے کرنے پر حریص ہوجاتا ہے، چنانچہ یہی ہوا بھی، لوگوں نے عائشہ کی ان باتوں کو سامنے رکھ کر وجہ دریافت کرنی شروع کردی، جو انہوں نے اپنے والدین سے کی تھیں اور پھر جہیز کی قباحتوں پر گفتگو شروع ہوگئی، جس کے نتیجے میں اصل موضوع غائب ہوگیا۔ بلاشبہ جہیز کا مطالبہ مذموم شئے ہے لیکن خودکشی (خواہ کسی بھی وجہ سے کی جائے) اس سے زیادہ مذموم شئے ہے، عائشہ کی خودکشی کی اور بھی وجوہات ہیں، جن کی نشاندہی اس نے گرچہ صاف صاف نہیں کی، لیکن اشاروں اشاروں میں ضرور بتادیا ہے کہ وہ کیوں زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی، پھر یہ کہ معاملہ صرف ایک عائشہ کا نہیں ہے بلکہ سینکڑوں عائشہ کے ساتھ ساتھ ہزاروں زید، عمرو، اور بکر کا بھی ہے، حیرت ہوتی ہے کہ لوگ خودکشی کے بارے میں گفتگو کرنے سے کتراتے ہیں یا کم گفتگو کرتے ہیں، حالانکہ دنیا بھر میں خودکشی کا رجحان بڑی تیزی سے بڑھتا جارہا ہے۔

WHO کے مطابق ہر چالیس سیکنڈ میں ایک شخص خودکشی کے ذریعے ہلاک ہوتا ہے، تجزیہ کاروں کے مطابق دنیا میں مختلف جنگوں، دہشت گردیوں، اور تشدد کے واقعات کی وجہ سے جتنی اموات نہیں ہوئی ہیں اتنی خودکشیوں کے نتیجے میں دیکھنے کو مل رہی ہیں، خود ہندوستان کی اگر بات کی جائے تو یہاں بھی خودکشی کا گراف کافی بڑھا ہوا ہے اور آئے دن بڑھتا جارہا ہے، نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کی ایک رپورٹ کے مطابق بھارت میں روزانہ 381 لوگ خودکشی کررہے ہیں، ای ٹی وی کی ایک رپورٹ کے مطابق سنہ 2018 میں خودکشی کے واقعات کی تعداد ایک لاکھ 34 ہزار 516 درج کی گئی تھیں جبکہ سنہ 2019 میں تقریباً ایک لاکھ 39 ہزار 123 درج کی گئی، یعنی 2018 کے بالمقابل 2019 میں 4 ہزار 607 خودکشی کے معاملات بڑھے ہیں۔ کسانوں کی خودکشیاں ایک مدت سے یہاں موضوع بحث رہی ہیں، نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کے مطابق صرف سنہ 2014ء میں 5650 کسانوں نے خودکشیاں کی تھیں۔ سال 2019-20 کی ہی بات کریں تو ان دو سالوں کے درمیان متعدد جانی مانی ہستیوں نے خودکشیاں کیں ہیں، جن میں مشہور تاجر وی جی سدھارتھ، اداکار کوشل پنجابی، اداکار سشانت سنگھ راجپوت، اداکار سمیر شرما، کنڑ اداکار سشیل گوڑا، اداکارہ پریکشا مہتا اور اداکارہ سیجل شرما جیسے لوگ شامل ہیں، یہ سچ ہے کہ زندگی کے سفر میں بسا اوقات ایسے موڑ آجاتے ہیں، جہاں انسان امید اور ناامیدی کے دوراہے پر آ کھڑا ہوتا ہے لیکن ایسے موقع پر کامیاب انسان وہ ہوتا ہے جو حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے اور لاکھ پریشانیوں کے باوجود آندھیوں میں چراغ جلانے کی جد جہد کرتا رہتا ہے، نتیجتاً حالات بدل جاتے ہیں، بقول علامہ جمیل مظہری

جلانے والے جلاتے ہی ہیں چراغ آخر
یہ کیا کہا کہ ہوا تیز ہے زمانے کی

خودکشی کی ایک نہیں متعدد وجوہات ہیں؛ جن میں معاشی مشکلات، رشتوں کی ناچاقی، امتحان میں ناکامی، حقوق کی پامالی، جہیز اور ناجائز مطالبات کا رواج؛ وغیرہ اہم ہیں لیکن مجموعی طور پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کی خودکشی کی مستقل وجہ ہوتی ہے، جس کا اظہار خودکشی کرنے والا نہیں کرسکتا ہے یا ناقص طریقے پر کرتا ہے، بسا اوقات بات کچھ ہوتی ہے اور سامنے کچھ اور آتی ہے، لیکن وجہ چاہے جو بھی ہو خودکشی تمام شکلوں میں بزدلی، کم ہمتی، اور ذہنی کمزوری کی طرف صاف صاف اشارہ کرتی ہے، تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ بلکہ ایک طبقہ خودکشی کی حمایت بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ زندگی انسان کی اپنی ہے اسے جس طرح اپنی زندگی جینے کا حق ہے اسی طرح ختم کرنے کا بھی حق ہے۔

لیکن اسلام خودکشی کے جواز کے لیے فراہم کی گئی تمام توجیہات کو مسترد کرتا ہے، صاف صاف کہتا ہے کہ خودکشی حرام ہے، اور اس قبیح عمل کا مرتکب سزا کا حقدار ہے، اس لیے کہ اسلام کی نگاہ میں زندگی کسی انسان کی نہیں، بلکہ اللہ کی امانت ہے جسے ختم کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے، انسان کو نہ اپنی زندگی ختم کرنے کا حق ہے اور نہ دوسرے کی زندگی، جس طرح دوسرے کی زندگی ختم کرنے والا انسانیت کے قتل کا گنہگار ہے، اسی طرح اپنی زندگی ختم کرنے والا بھی مجرم ہے، جس کے ساتھ اظہار ہمدردی روا نہیں ہے۔

متعدد آیات و روایات میں خودکشی پر مرتب ہونے والے عذاب بلکہ عذاب کی نوعیت تک کا تذکرہ موجود ہے، خودکشی کرنے والے شخص کے جنازے کی نماز ادا کئے جانے کی گنجائش ضرور فراہم کی گئی ہے، لیکن اہل فضل کے لئے جنازے کی نماز میں نہیں شریک ہونے کو مسنون قرار دیا گیا ہے، خودکشی تو درکنار مایوسی جو خودکشی کی طرف لے جانے والا پہلا قدم ہے، اسلام اسے بھی حرام قرار دیتا ہے اور مشکل سے مشکل وقت میں بھی فرد سے لیکر معاشرے تک کو مایوسی کے دلدل سے نکل امید کی شمع روشن کرنے کا پابند بناتا ہے۔ جب ڈوبنا ہی ہے تو ہاتھ پاؤں ہلانے سے کیا فائدہ کہنے والوں کے سامنے سینکڑوں نظائر پیش کرتا ہے، جن میں ہاتھ پاؤں ہلانے کے نتیجے میں چند لوگ بڑے بڑے میدانوں کو سر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اسلامی تعلیمات کا ہی اثر ہے کہ آج بھی دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے بالمقابل مسلمانوں میں خودکشیاں کم ہوتی ہیں، لیکن ادھر چند سالوں سے جو نظارے دیکھنے کو مل رہے ہیں وہ اطمینان بخش نہیں ہیں، لوگ اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اپنی جان خود سے ختم کرنے کے عادی ہوتے جارہے ہیں، اگر فوری طور پر بیداری پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی تو قوی امکان ہے کہ خودکشی کا تشویش ناک رجحان مسلمانوں میں بھی مزید بڑھے گا، اس لیے ایک طرف جہاں مرکزی اور ریاستی حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ریاست اور ملک میں اپنا کردار ادا کریں، وہیں مسلم سماج کے علماء، ائمہ، دانشوران، سماجی خدمت گاروں، صحافیوں اور سوشل میڈیا کے صارفین کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ کھل کر میدان میں آئیں اور مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کو بھی اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں، مسلمانوں کے سامنے ان روایات کو پیش کریں، جن میں خودکشی کی قباحتوں اور خودکشی پر مرتب ہونے والی سزاؤں کا تذکرہ موجود ہے، اس کے ساتھ ساتھ عام مسلمانوں کی مذہبی ذمہ داری ہے کہ وہ سماج میں اخلاق نبوی کو فروغ دینے کی ہر ممکن کوشش کریں ٹانگیں کھینچنے کے بجائے ایک دوسرے کا ہاتھ تھامیں اور خلق خدا میں خیر خواہی ہمدردی اور رواداری کا ماحول بنائیں، تاکہ سماج کا کوئی شخص اکیلا پن محسوس نہ کرے۔

مجھے بھی معلوم ہے کہ دس ستمبر کو ہر سال دنیا بھر میں خودکشی کی روک تھام کا عالمی دن World Suicide Prevention Day (WSPD) منایا جاتا ہے، جس کا اہتمام WHO کے تعاون سے خودکشی کے تدارک کی عالمی تنظیم International Association for the Study of Pain (IASP) کرتی ہے لیکن اس کی حیثیت سال میں ایک دن ہنگامہ برپا کرکے سوجانے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، تبدیلیاں تسلسل کے ساتھ کام کرنے کے نتیجے میں جستہ جستہ ہی آتی ہیں، وہ بھی اس وقت جب کام کرنے والے کام کے تئیں مخلص ہوں اور عوامی شعور پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

رنگ محفل چاہتا ہے اک مکمل انقلاب
چند شمعوں کے بھڑکنے سے سحر ہوتی نہیں

(قابل اجمیری)

# عدالتی نظام کی مشکلات

حال ہی میں آئی انڈین جسٹس رپورٹ، ہمیں موجودہ قانونی نظام سے متعلق ان بنیادی امور سے آگاہ کرتی ہے، جن کو عام طور پر نظر انداز کردیا جاتا ہے، ہمیں ملک کے عدالتی عمل اور اس میں ہو رہی گڑبڑیوں کی مثالیں ملتی رہتی ہیں، کبھی عدالتوں کے متضاد فیصلے کے طور پر، کبھی صحیح فیصلہ آنے میں ضرورت سے زیادہ تاخیر کے طور پر، کبھی پولیس کی زیادتی کے طور پر اور کبھی جیل کی انتظامیہ کی غفلت کے طور پر، اس سب کی اصل جڑ اور اصل وجہ کے بارے میں کم ہی بات کی جاتی ہے ملک میں جرائم پر قابو پانے اور تعزیراتی قانون سے متعلق پوری مشینری کی حالت کیا ہے اور اس کو کس طرح کے چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس پر باقاعدہ عوامی بحث نہیں ہو پا رہی ہے کیوں کہ ہماری توجہ عام طور پر فوری اہمیت کے حیران کن واقعات پر مرکوز رہا کرتی ہے۔ انڈین جسٹس رپورٹ 2020 بتاتی ہے کہ کیسے ہمارا یہ نظام اپنے ہی بوجھ تلے دبا جارہا ہے۔ عدلیہ میں زیر التواء مقدمات کی بڑی تعداد کو ایک طرف رکھ دیں تو بھی رپورٹ کے مطابق عام کیس کی منظوری کی شرح بھی اعلی اور نچلے عدالتوں میں گرتی جارہی ہے، موجودہ عدالتی نظام میں اس طرح کا عمل فطری ہے، کیوں کہ عدالتوں میں سماعت تو اس وقت ہوگی جب ججوں کی کافی تعداد موجود رہے، گی لاء کمیشن نے 1987 میں ہی اپنی 120 ویں رپورٹ میں سفارش کی تھی کہ ملک میں 20000 کی آبادی پر ایک جج ہونا چاہئے، جیسا کہ آج بھی 50,000 کی آبادی پر ایک جج ہے، ہائی کورٹس میں ججوں کی 38 فیصد اسامیاں خالی ہیں، پولیس کی صورت حال بھی بہتر نہیں ہے، ایک لاکھ کی آبادی پر 156 پولیس اہلکار ہیں، جنوری 2020 کی ایک رپورٹ کے مطابق قومی سطح پر ہر 3 ضروری پولیس اہلکاروں میں سے ایک کا عہدہ خالی ہے، خواتین کی نمائندگی کا مسئلہ انتہائی تشویشناک ہے، پولیس میں خواتین کی موجودگی کا قومی اوسط 10 فیصد ہے، صرف 8 ریاستیں ایسی ہیں جہاں پولیس دستوں میں خواتین کا تناسب اس سے بہتر ہے، عدالتوں میں ہر سطح پر خواتین کی تعداد بڑھانے کی بھی ضرورت ہے، بہار، اتراکھنڈ، منی پور، میگھالیہ، تریپورہ جیسی ریاستوں کی اعلی عدالتوں میں خواتین کا اوسط صفر ہے۔

ایسی صورتحال میں پولیس اور عدالتوں سے خواتین کے بارے میں حساس ہونے کی محدود توقع ہی کی جاسکتی ہے کام کے بڑھتے ہوئے بوجھ اور اس سے نمٹنے کیلئے ہاتھوں کی مستقل کمی کے باعث نظام انصاف کیلئے زیادہ کچھ کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، اس صورتحال میں اگر جیلوں میں قیدیوں کی تعداد گنجائش سے زیادہ ہے اور ان میں سے 70 فیصد کے معاملے زیر غور ہیں اور جن کے بارے میں یہ علم بھی نہیں ہے کہ وہ بے قصور ہیں یا قصوروار۔ (اداریہ سالار بنگلور)

# جھارکھنڈ میں مسلمانوں اور اردو کے مسائل

محمد عادل فریدی

۱۵؍نومبر ۲۰۰۰ء میں جھارکھنڈ بہار سے الگ ہو کر مستقل ریاست بنا، جنگلات، معدنیات اور قدرتی وسائل سے بھرپور یہ ریاست ویسے تو بہار کے مقابلہ میں صنعتوں اور کارخانوں کے معاملہ میں برتری رکھتی ہے۔ لیکن اقلیتوں خاص کر مسلمانوں اور اردو زبان کے تئیں ہمیشہ یہاں کی سرکاروں نے دوہرا نظریہ ہی رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے حالات تعلیمی، سماجی، معاشی اعتبار سے بہت بہتر نہیں ہیں، سیاست، انتظامیہ اور نوکریوں میں ان کی نمائندگی قابل ذکر نہیں ہے۔ جھارکھنڈ میں مسلمانوں کی آبادی ۱۴ء۳۵؍فیصد ہے، سب سے زیادہ آبادی ضلع پاکوڑ ۸۷ء۳۵؍فیصد ہے، دوسرے نمبر پر ضلع صاحب گنج ہے، جہاں مسلمانوں کا فیصد ۶۱ء۳۴ رہے، جبکہ سب سے کم آبادی کھونٹی میں ہے جہاں مسلمانوں کا فیصد محض ۴۷ء۲ رہے۔ مغربی سنگھ بھوم اور سمڈیگا میں بھی مسلمانوں کی آبادی محض ڈھائی فیصد کے قریب ہے۔ مردم شماری ۲۰۱۱ کے مطابق جھارکھنڈ میں مسلمانوں کی تعلیمی شرح ۶۶ء۲؍فیصد ہے، جو کہ ریاست کی دیگر اقلیتوں سے کم ہے۔ اس میں بھی ہائی اسکول سطح کی تعلیم کا اوسط چالیس فیصد ہے، ٹیکنیکل ایجوکیشن یا گریجویشن سطح کی تعلیم محض ۸ء۲؍فیصد اور یونیورسٹی سطح کی تعلیم کی شرح ۱ء۱؍فیصد ہے۔ مسلمانوں کی معاشی حالت کا ذکر کریں تو مردم شماری ۲۰۰۱ء کے مطابق روزگار میں مسلمانوں کی شرح صرف ۵ء۴۳؍فیصد ہے، مسلم خواتین میں روزگار کی شرح صرف ۸ء۱۸؍فیصد ہے۔

**مسلمانوں کی معاشی و سیاسی حالت** : سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق مسلمانوں میں غربت کی شرح بھی ریاست میں سب سے زیادہ ہے، مسلمانوں میں یہ شرح ۳۲؍فیصد ہے، جب کہ ریاست کا اوسط ۱۸؍فیصد ہے۔ سیاسی نمائندگی کے سلسلہ میں بھی مسلمانوں کی حالت دیگر ریاستوں کے مقابلہ میں کمزور ہے، ۲۰۰۰ء میں یہاں ۸۲؍میں سے ۵؍ایم ایل اے مسلمان تھے، ۲۰۰۵ء میں صرف دو مسلمان کامیاب ہو کر اسمبلی پہونچے، ۲۰۱۴ء میں بھی صرف دو مسلمان کامیاب ہوئے تھے، ۲۰۱۹ء کے الیکشن میں ۴؍مسلمانوں نے کامیابی حاصل کی ہے۔ جھارکھنڈ سے لوک سبھا میں مسلم نمائندگی کی بات کی جائے تو جھارکھنڈ بننے کے بعد ۲۰۰۴ء میں فرقان انصاری صوبے کے واحد مسلم نمائندہ تھے، لیکن اگلے الیکشن میں انہوں نے اپنی سیٹ گنوا دی، اس وقت صورت حال یہ ہے کہ لوک سبھا میں ریاست سے کوئی بھی مسلم نمائندہ نہیں ہے۔

**تہذیب و ثقافت** : تہذیب وثقافت کے اعتبار سے بھی یہ خطہ کافی پسماندہ رہا ہے، اور یہ پسماندگی کوئی نئی نہیں ہے بلکہ اسی وقت سے ہے جب یہ بہار کا حصہ ہوا کرتا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے رانچی میں اپنی نظر بندی کے زمانے کے حالات اپنی کتاب تذکرہ میں ان الفاظ میں درج کیے ہیں۔ ’’اس وقت کہ یہ غم نامۂ حسرت لکھ رہا ہوں، رانچی میں شہر سے باہر مورابادی نامی ایک گاؤں کے قریب تنہا مقیم ہوں...... یہ تمام علاقہ ہندوستان کی وحشی اقوام کا مسکن ہے جو کول، اُڑاؤں، وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں، شاید اسی مناسبت سے اپنی وحشت نے بھی یہی مسکن منتخب کیا۔

اس خانماں خراب نے ڈھونڈھا ہے گھر کہاں

اس گاؤں میں تمام تر وہی لوگ آباد ہیں، صرف چار پانچ بنگلے چند بنگالیوں نے بنا لیے ہیں، کبھی کبھی گرمیوں میں آکر رہتے ہیں، انہیں میں سر رابندر ناتھ ٹیگور مشہور بنگالی شاعر کا خاندان بھی ہے، اور ایک چھوٹی سی پہاڑی پر آباد ہے۔‘‘

(تذکرہ مصنفہ مولانا ابوالکلام آزاد/۳۳۳)

**اردو زبان کے ساتھ حکومت کا رویہ** : اردو کی بات کی جائے تو جب ۱۹۸۹ء میں متحدہ بہار میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا گیا تو جھارکھنڈ الگ ہونے کے بعد اردو کی دوسری سرکاری زبان کی حیثیت برقرار رہنی چاہئے تھی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ۲۰۰۸ء میں سرکاری نوٹی فکیشن اردو کو دوسری سرکاری زبان دینے کے بارے میں جاری ہوا تھا۔ لیکن ابھی تک اس کا عملی نفاذ نہیں ہوسکا ہے۔ نہ تو کسی محکمہ میں اردو میں درخواستیں لینے کا انتظام ہے، نہ اردو ٹائپسٹوں اور مترجموں کی بحالی ہی ہوئی ہے۔ اردو اسکولوں کی بات کریں تو جھارکھنڈ میں ۹۱۳؍اردو میڈیم اسکول ہیں، جن میں ۴۶۳؍اسکول سرکاری ہیں۔ لیکن اکثر اسکولوں کا حال یہ ہے کہ اردو کے اساتذہ نہیں ہیں، اردو مضمون کے علاوہ دیگر مضامین کی کتابیں اردو میں دستیاب نہیں ہیں، جس کی وجہ سے طلبہ کو ہندی میں یہ مضامین پڑھنے پڑتے ہیں۔ اردو اسکولوں کے علاوہ دیگر اسکولوں میں بھی اردو سبجیکٹ پڑھانے کا معقول انتظام نہیں ہے۔ اردو کتابوں کی فراہمی مکمل طریقہ پر روک دی گئی ہے۔ جھارکھنڈ بنے ہوئے بیس سال ہوگئے لیکن اس مدت میں صرف دو بار سرکاری طور پر اردو کتابوں کی فراہمی ہوئی۔

**اردو اساتذہ کی بحالی کا معاملہ** : ۱۹۸۲ء میں اردو اساتذہ کی بحالی ہوئی تھی جب یہ بہار کا حصہ تھا، اس کے بعد ۲۰۰۸ء میں پہلے سے منظور شدہ ۴۴۰۱؍اردو پرائمری اساتذہ کی بحالی کی کارروائی شروع ہوئی تھی، فائل محکمہ تعلیم سے جھارکھنڈ پبلک سروس کمیشن کو بھیجی گئی، لیکن دو بار کمیشن سے فائل محکمہ کو واپس کر دی گئی، کافی ٹال مٹول کے بعد کسی طرح امتحان منعقد ہوا تو اس میں علاقائی زبان کے مضمون میں لازمی طور پر پاس ہونے کی قید لگا دی گئی، جس کی وجہ سے کچھ درجن امیدوار ہی کامیاب ہو پائے۔ اس سلسلہ میں ہائی کورٹ میں کیس بھی ہوا، کورٹ کے حکم سے اس بار جھارکھنڈ اکیڈمک کونسل کے ذریعہ امتحان لیا گیا، لیکن اس کے باوجود ۴۴۰۱؍میں سے صرف آٹھ سو اردو اساتذہ کی بحالی ہو پائی، باقی سیٹیں ابھی تک خالی ہیں۔ حالانکہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دیگر علاقائی زبانوں کے ساتھ اردو کی تعلیم کی سہولت موجود ہے، لیکن پرائمری سطح پر اردو تعلیم کا معقول انتظام نہ ہونے کی وجہ سے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اردو سبجیکٹ لے کر پڑھنا طلبہ کے لیے دشوار ہوتا ہے۔ متحدہ بہار میں جو اردو اسکول تھے اس میں کئی اسکول بند ہو چکے ہیں یا ہندی اسکولوں میں شامل کیے جا چکے ہیں، فی الحال صرف ۴۶۳؍سرکاری اردو اسکول پورے جھارکھنڈ میں موجود ہیں۔

انجمن ترقی اردو جھارکھنڈ کے صدر پروفیسر ابوذر عثمانی کی کوششوں سے انٹر کے طلبہ کو بنگلہ اور اڑیہ کے ساتھ اردو میں بھی امتحان دینے کی اجازت ملی ہے، پہلے صرف ہندی یا انگریزی ہی میں امتحان دیا جا سکتا تھا۔ اردو کے تعلق سے ایک اور بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جھارکھنڈ میں ابھی تک اردو اکیڈمی قائم نہیں ہوئی ہے۔ نہ اردو کے تعلق سے کوئی سرگرم بورڈ بنا ہے، جس کی وجہ سے اردو کے شعراء، ادباء اور فنکاروں کا تعاون نہیں ہو پاتا ہے، نہ سرکاری خرچ پر اردو کی کتابیں چھپ رہی ہیں۔

**جھارکھنڈ کے مدارس**: جھارکھنڈ کے مسلمانوں کا ایک بڑا مسئلہ جو کافی پرانا ہے اور اس وقت سے ہے جب یہ متحدہ بہار کا حصہ تھا اور جنوبی بہار کے نام سے جانا جاتا تھا، یہ ہے کہ شمالی بہار کے مقابلہ میں وہاں معیاری دینی اور تعلیمی اداروں کی بہت ہی کمی رہی، شمالی بہار کے مقابلہ میں سرکاری امداد یافتہ مدارس کی تعداد بھی بہت کم ہے۔ پوری ریاست جھارکھنڈ میں سرکاری امداد یافتہ مدارس کی کل تعداد ۱۸۶؍ہے اور ان میں سے بھی اکثر کی حالت خستہ ہے۔ ابھی تک وہاں مدرسہ بورڈ نہیں بن پایا ہے، مدارس جھارکھنڈ اکیڈمک کاؤنسل کے تحت ہیں اور امتحانات انٹر کونسل کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ رگھوور داس کی قیادت والی بی جے پی حکومت کے دوران ۲۰۱۷ء میں ان مدارس کی جانچ کا حکم دیا گیا تھا اور جانچ کا عمل پورا ہونے تک اساتذہ کی تنخواہوں پر روک لگا دی گئی تھی، مدرسوں کے ساتھ کچھ عیسائی مشنری اسکولوں اور ۱۲؍سنسکرت اسکولوں کی جانچ کا بھی حکم ہوا تھا، مگر عیسائی اسکولوں اور سنسکرت اسکولوں کو جلد ہی کلین چٹ دے دی گئی اور ان کی تنخواہیں جاری ہوگئیں، مگر صرف ۲۷؍مدارس کے اساتذہ وملازمین کی تنخواہیں جاری ہوئیں۔ بقیہ ۱۱۴؍مدارس کے بارے ایڈورس رپورٹ دی گئی اور ان کے ملازمین کی تنخواہیں جاری نہیں کی گئیں۔

مدرسہ اسلامیہ اپر بازار رانچی کے پرنسپل مولانا رضوان احمد قاسمی نے بتایا کہ اس کے لیے ہم لوگوں نے کافی جدوجہد کی اور سرکار کو میمورنڈم بھی دیا، تو ان مدارس کی دوبارہ جانچ ہوئی اور اس بنیاد پر کچھ مہینوں کی تنخواہیں جاری ہوئی ہیں، ابھی بھی تقریباً دو سے ڈھائی سال کی تنخواہیں باقی ہیں، اساتذہ کی جدوجہد جاری ہے اور انہوں نے سرکار کو متنبہ کیا ہے کہ اگر بقیہ تنخواہیں جاری نہیں ہوئیں تو مارچ میں ہی زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا جائے گا اور سرکار کے خلاف دھرنا دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں جھارکھنڈ پردیش مدرسہ سنسکرت شکچھک سمنوے سمیتی اور آل جھارکھنڈ مدرسہ ٹیچرس ایسوسی ایشن سرگرم ہے۔ ان لوگوں کی کوششوں سے اسمبلی میں تین سال کی بقایہ تنخواہوں کی ادائیگی کا فیصلہ ہو چکا ہے، مگر ادائیگی مکمل نہیں ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ سرکار نے ۱۸۳؍مدارس کی دوبارہ فزیکل جانچ کا حکم دے دیا ہے، سرکار کے اس حکم نامہ کی بھی مدارس کی نمائندہ تنظیموں کی جانب سے مخالفت کا سلسلہ جاری ہے۔ جھارکھنڈ پردیش مدرسہ سنسکرت شکچھک سمنوے سمیتی نے اس سلسلہ میں سرکار کو میمورنڈم بھی دیا ہے۔

ہاں کچھ پرائیوٹ ادارے ہیں جو اردو کی تعلیم کے بارے میں فکرمند ہیں اور ان کے ذریعہ اردو کی تعلیم کا نظام قائم ہے، مثال کے طور پر کریمیہ ایجوکیشنل ٹرسٹ جمشید پور اور کبیریہ ایجوکیشنل ٹرسٹ جمشید پور کے ذریعہ کئی تعلیمی ادارے شہر جمشید پور میں چل رہے ہیں، اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد کا قائم کردہ انجمن اسلامیہ رانچی ہے، جس کے تحت مولانا آزاد ہائی اسکول، مولانا آزاد کالج اور دیگر تعلیمی ادارے قائم ہیں، اس کے علاوہ ادریسیہ ویلفیئر سوسائٹی، ملی تعلیمی مشن، خواجہ غریب نواز ایجوکیشنل ٹرسٹ، قریشی ویلفیئر سوسائٹی کے ذریعہ بھی کئی تعلیمی ادارے قائم ہیں جن میں اردو کی تعلیم کا نظم ہے۔

بات پرائیوٹ مدرسوں کی ہو تو مولانا ابوالکلام آزاد نے ۱۹۱۷ء میں رانچی میں انجمن اسلامیہ قائم کیا تھا اور اس کے تحت مدرسہ اسلامیہ کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد بھی ڈالی تھی۔ اب اسی مدرسہ کے احاطہ میں ابوالکلام آزاد کالج چلتا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں مصلح امت حضرت مولانا عبدالرشید رانی ساگری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ومجاز الحاج مولانا رحمۃ اللہ صاحب نے چترا میں جامعہ رشید العلوم کی بنیاد ڈالی، اس مدرسہ میں ابھی فضیلت تک کی تعلیم ہوتی ہے۔ ۱۹۵۵ء میں قاری فخرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے رانچی میں ایک دینی ادارہ کے قیام کا منصوبہ بنایا تھا اور اس کے لیے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت بھی لی تھی، لیکن شیخ الاسلامؒ کی زندگی میں یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا بلکہ وصال کے ڈیڑھ سال بعد حضرت شیخ الاسلام کے خادم خاص اور خلیفہ حضرت مولانا ازہر صاحب نے ۱۹۵۸ء میں رانچی کے کڈرو میں مدرسہ حسینیہ کڈرو کی داغ بیل ڈالی، ان مدارس کے علاوہ بھی درس نظامی کے کئی مدارس ہیں جو تعلیم وتربیت کی بہتر خدمات انجام دے رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود شمالی بہار کے مقابلہ میں یہاں مدارس کا نظام بڑے پیمانے پر قائم نہیں ہو سکا۔

اس کے علاوہ بھی مسائل ہیں، حکومت کی بے توجہی کا سامنا لگاتار یہاں کی مسلم آبادی کو کرنا پڑتا ہے، اس کی بڑی وجہ یہ رہی ہے کہ ۲۰۰۰ء میں جھارکھنڈ کے قیام کے بعد سے زیادہ تر حکومتیں بی جے پی قیادت میں یا اس کے تعاون سے بنیں۔ اقلیتوں کے لیے مختص فنڈ کا استعمال بہت ہی کم مسلمانوں کے مفاد کے لیے ہو پاتا ہے۔ منسٹری آف مائنورٹی افیئرز (وزارت برائے اقلیتی امور حکومت ہند) کی ایک رپورٹ کے مطابق جھارکھنڈ ان ریاستوں میں اول مقام پر ہے جو اقلیتی فنڈ کا استعمال نہیں کرتے، اقلیتوں کے لیے مختص فنڈ کا چالیس فیصد سے بھی کم حصہ جھارکھنڈ میں خرچ ہوتا ہے۔ ۲۰۱۰ء کی ایک رپورٹ کے مطابق ایم ایس ڈی پی پروگرام کے تحت ۲۹ء۴۴؍کروڑ روپئے میں سے حکومت نے صرف ۶۸ء۱۷؍روپئے ہی خرچ کیے۔ واضح ہو کہ حکومت ہند کے ایم ایس ڈی پی پروگرام کے تحت جھارکھنڈ کے دو اضلاع پاکوڑ اور صاحب گنج آتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جھارکھنڈ میں اقلیتوں کی پسماندگی کی بڑی وجوہات جہاں ایک طرف حکومت کی بے توجہی اور مسلمانوں کے مسائل سے پہلوتہی ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کے اندر لیڈر شپ کی کمی بھی رہی ہے۔ اگر جھارکھنڈ میں مسلمانوں کے حالات میں مثبت تبدیلی پیدا کرنی ہے تو مسلمانوں کو خود سے قدم آگے بڑھانا ہوگا، تعلیمی، معاشی اور سیاسی استحکام کے لیے کوشش کرنی ہوگی۔ اس وقت جھارکھنڈ میں ایک سیکولر حکومت ہے، اس سے توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں، لیکن اس کے لیے ایسی آوازوں کی ضرورت ہے جو حکومت پر اثر انداز ہو سکے۔ لہٰذا ایسی اجتماعی قوت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جو جرأت وہمت کے ساتھ حکومت سے اپنے مسائل حل کروا سکے، اور اپنے حقوق حاصل کر سکے۔

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے قدم اٹھایا ہے اور ایک تین نکاتی طویل مدتی منصوبہ بنایا ہے، جس کے تین اہم پہلو ہیں (۱) بنیادی دینی تعلیم کا فروغ، معیاری عصری اداروں کا قیام اور اردو زبان کا تحفظ۔ امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی ہدایت پر امارت شرعیہ نے ان تینوں مرکزی عنوانات پر بہار کی طرز پر حال ہی میں ’’عشرہ برائے ترغیب تعلیم وتحفظ اردو‘‘ منایا اور تمام اضلاع میں مشاورتی اجلاس منعقد کیے۔ ان سبھی اجلاسوں میں بنیادی طور پر یہ پیغام دیا گیا کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اپنی عظمت رفتہ کو دوبارہ حاصل کریں تو اس کے لیے اپنے آپ کو اور اپنی آنے والی نسل کو تعلیم سے آراستہ کرنا ہوگا، کسی بھی قوم کی توانائی اور طاقت کا انحصار تعلیم و ٹیکنالوجی کے میدان میں اس کی ترقی پر ہوتا ہے، اس لیے اگر اپنی قوم کو دنیاوی اعتبار سے مضبوط ومستحکم اور عالمی معیار کے مطابق بنانا ہے تو تعلیم وٹیکنالوجی کے میدان میں آگے آنا ہوگا، اس کے لیے ضروری ہے کہ معیاری عصری ادارے قائم کیے جائیں، ایسے کوچنگ سنٹرز کھولے جائیں جن میں طلبہ کو اعلیٰ مقابلہ جاتی امتحانوں کی تیاری کرائی جائے۔ تاکہ ہماری آنے والی نسل بھی ترقی یافتہ قوموں کے شانہ بشانہ کھڑی ہو سکے۔ جدید عصری معیاری تعلیمی ادارہ، مضبوط اسکولی نظام اور تقابلی امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کوچنگ سنٹرز کا قیام بھی ضروری ہے، اس کے لیے اسباب ووسائل کی تلاش کرنی چاہئے، سرمایہ دار لوگ اس میں سرمایہ کاری کریں اس کے اندر خدمت بھی ہے، قوم کی ترقی بھی ہے اور دنیا کا بھی نفع ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۴؍پر)

# دینی مدارس کی مشکلات اور ہماری ذمہ داریاں

ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی

دینی مدارس کو معروف اصطلاح میں ''دین کے قلعے'' کہا جاتا ہے، بلاشبہ مسلم معاشرہ کے لئے دینی مدارس کی حیثیت رگ جاں کی ہے اور جدید تعلیم کے پروان چڑھتے ہوئے موجودہ ماحول میں ان دینی مراکز تعلیم و تربیت کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے، یہ دینی ادارے مسلمانوں کے تعلیمی نظام کا بنیادی حصہ یا سب سے ضروری جز ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ملت کے بہی خواہوں اور اہل خیر کے فراخدلانہ تعاون ہی سے ان کا انصرام و انتظام جاری رہا ہے، موجودہ صورت حال میں انہیں ہر ممکن تعاون دینا اور ضروری ہو گیا ہے، کورونا کی وبائی بیماری کی وجہ سے جو صورتحال پیدا ہوئی ہے اس میں معاشرہ کا ہر طبقہ آزمائش سے دوچار، پریشاں حال و مضطرب ہے اور حالات سے نپٹنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ اہل مدارس بھی اسی معاشرہ کا حصہ ہیں، وہ کیسے اس تشویش ناک صورتحال کے مضمرات سے بچ سکتے ہیں۔ ہم سب اس سے بخوبی واقف ہیں کہ مدارس کی سالانہ آمدنی میں بیشتر حصہ رمضان میں ملک کے مختلف علاقوں سے سفراء کے توسط سے زکوۃ، صدقات و عام عطیات کے طور پر وصول ہونے والی رقوم کا ہوتا ہے اور امسال ایک مقام سے دوسرے مقام تک آمد و رفت کی پابندی کی وجہ سے ان رقوم کی وصولیابی نہیں ہو سکی ہے۔ دور دراز علاقوں کو چھوڑ دیجئے، مارکیٹ بند رہنے، دوسری معاشی سرگرمیوں کے موقوف ہونے اور احتیاطی اقدامات کے سبب ماہ مبارک میں مقامی طور پر بھی لوگوں سے رابطہ کر کے تعاون طلب کرنا بہت مشکل تھا، تقریبا آٹھ ماہ سے زائد گزرنے کے بعد اب بھی اس کام میں بہت سی مشکلات پائی جاتی ہیں، اس وقت اہل مدارس کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ اساتذہ و کارکنان کی تنخواہوں کی ادائیگی اور دوسرے اخراجات کی تکمیل کا ہے، پہلے یہ سننے میں آیا تھا کہ بعض مدارس میں وسائل کی کمی کے سبب وقت پر اساتذہ کرام کی تنخواہ کی ادائیگی مشکل ہو رہی ہے اب یہ خبریں آ رہی ہے کہ بعض مدارس کی انتظامیہ نے مالی بحران کی وجہ سے اساتذہ کے مشاہراہ میں تخفیف، اسٹاف کم کرنے یا کچھ کو حالات کے معمول میں آنے تک منتظرین کی فہرست میں رکھنے کا فیصلہ کیا ہے، یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ دینی مدارس کے ان اداروں کے نظام کا کمزور ہونا، ان کے اساتذہ و کارکنان کا پریشانی میں مبتلا ہونا اور ان کی سرگرمیوں میں خلل آنا اس پورے تعلیمی نظام کو متاثر کر سکتا ہے اور کر رہا ہے۔ یہ صورتحال پوری ملت بالخصوص مدارس کی ذمہ داروں اور متعلقین کے لئے باعث تشویش ہے اور اصحاب وسائل اور اصحاب خیر حضرات کو ان اداروں کے ساتھ فراخدلانہ تعاون کی دعوت دے رہی ہے اور ملت کے رہنماؤں و خیر خواہوں کو انہیں بحرانی کیفیت سے نکالنے کی فکر مندی اور مؤثر تدبیر کی طرف متوجہ کر رہی ہے۔

دینی مدارس یا اس کے تعلیمی نظام سے اصل مقصود جیسا کہ معروف ہے، اسلامی علوم (تفسیر حدیث و فقہ) اور عربی و فارسی زبان و ادب کے ماہرین پیدا کرنا یا ایسے باصلاحیت افراد تیار کرنا ہے جو اپنی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ مسلم معاشرہ کی اجتماعی ضروریات کی تکمیل کے اہل ہوں، اور ملی کاموں کے لیے مفید ثابت ہو سکیں، دوسرے لفظوں میں مدارس کے فارغین اس لائق بن جائیں کہ وہ قرآن و حدیث کی تشریح و ترجمانی، روزمرہ زندگی کے مسائل کے بارے میں وضاحت، درپیش معاملات میں مسلمانوں کی صحیح رہنمائی اور دینی علوم کی اشاعت و ترقی کا فریضہ بخوبی انجام دے سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان اہم ضروریات کی تکمیل کی خاطر امت مسلمہ کو دینی علوم کے ماہرین کی ضرورت ہمیشہ رہی ہے اور موجودہ دور میں جدید تعلیم کی اشاعت کے ماحول میں ان کی ضرورت اور بڑھ گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر میں مدارس کا بقاء و تحفظ اور ان کی بنیادی خصوصیات کا استحکام پہلے سے زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔ جدید دور کو سائنس ٹیکنالوجی اور دیگر نئے علوم کے غلبہ کا دور کہا جاتا ہے، ان علوم میں بڑھتی ہوئی غیر معمولی دل چسپی اور مقابلہ آرائی کا ماحول محتاج بیان نہیں۔ اس صورتحال میں ان علوم کے اکتساب پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے جن کی بظاہر کوئی مارکیٹ ویلو نظر آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دینی تعلیم کی قدر و قیمت مارکیٹ ویلو کے پیمانے پر نہیں ناپی جا سکتی، دینی تعلیم کا اہتمام اصلاً اہل اسلام کی مذہبی ضروریات سے وابستہ ہے اور ان نظریات کا تعلق اہل اسلام کے انفرادی و اجتماعی دونوں زندگی سے ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمانوں کی بہت سی مذہبی، ملی، تعلیمی و معاشرتی ضروریات کی تکمیل دینی علوم کے ماہرین یا مدارس کے فضلاء پر منحصر ہے۔ اس کے علاوہ سماجی زندگی کی بہتری و اصلاح میں ان کا نمایاں کردار ہوتا ہے اسے بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں شبہ نہیں کہ جدید تعلیم کے اپنے فوائد ہیں اور اہل اسلام کے لئے عصری علوم میں بھی مہارت کی ضرورت و افادیت ہے، عصر حاضر میں اس سے اعراض کرنا حقائق سے منہ موڑنا ہے، اس میدان میں بھی اہل اسلام کی دلچسپی اور تگ و دو مطلوب ہے اور اللہ کا شکر ہے اس پہلو سے بھی ان کی تعلیمی حصولیابیوں میں کافی پیش رفت ہوئی ہے اور مسلمانوں کی تعلیمی زندگی میں خوشگوار تبدیلیاں آئی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلم معاشرہ میں دینی تعلیم کا بدل کوئی دوسرا نظام تعلیم نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ قرآن اور سنت کی تشریح و توضیح اسلامی قانون کی ترجمانی، نئے مسائل میں شرعی نقطۂ نظر کی وضاحت، مسلم پرسنل لا کا تحفظ، مسلمانوں کی فکری رہنمائی، ان کے مذہبی و ملی تشخص کی حفاظت، اسلام، قرآن، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت پر اعتراضات اور شکوک و شبہات کا ازالہ جیسے امور بنیادی طور پر دینی علوم کے ماہرین ہی انجام دیتے ہیں۔ لہذا دینی مدارس کا بقاء و تحفظ اور ان کے نظام کا باقاعدگی سے جاری رہنا بہر صورت ملت کے لیے ناگزیر ہے، اس نظام سے کسی صورت میں پہلو تہی نہیں کی جا سکتی۔ دوسرے عصر حاضر میں دینی مدارس کے فارغین کی اہمیت و ضرورت ایک اور وجہ سے بڑھ گئی ہے اور وہ اس طور پر کہ موجودہ دور میں مسلم طلبہ کی اچھی خاصی تعداد شروع ہی سے ایسے جدید تعلیمی اداروں سے منسلک رہتی ہے جہاں دینی اور اخلاقی تعلیم و تربیت کا کوئی نظام نہیں ہوتا، بہت سے والدین و سرپرست ان طلبہ کی مذہبی و اخلاقی تعلیم کے لیے فکرمند رہتے ہیں اور اس کمی کی تلافی کے لیے متبادل ذرائع اختیار کرتے ہیں یا تو کسی حافظ یا عالم دین کے ذریعے اپنے گھروں پر جدید اسکولوں میں زیر تعلیم طلبہ کے لئے مذہبی تعلیم کا بندوبست کرتے ہیں یا محلّہ کی مساجد میں جو سہ پہری یا شبینہ مکاتب و مدارس چلتے ہیں ان میں اپنے بچوں اور بچیوں کو بھیجتے ہیں۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ اس نظام کے تحت جدید تعلیمی اداروں کے طلباء کو دینی تعلیم بہم پہنچانے والے مدارس کے فیض یافتگان ہی ہوتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جدید تعلیم میں بڑھتی ہوئی دلچسپی کے ماحول میں عصری تعلیم کے اداروں کے طلبہ کے لئے مذہبی تعلیم کا اہتمام اور اس کے نظم کی توسیع و ترقی کی ضرورت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس ضرورت کی بہتر طور پر تکمیل کیلئے بھی دینی مدارس کے نظام کی مضبوطی اور ترقی پہلے سے زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہے۔

تیسری ایک اور پہلو سے دینی مدارس کی معنویت لائق توجہ ہے، اسے اس طور پر واضح کیا جا سکتا ہے کہ قدیم و جدید یا دینی و عصری تعلیم میں امتزاج کی ضرورت و اہمیت پر اظہار خیال ہوتا رہتا ہے، اس مسئلے کی طرف متوجہ کرنے کے لیے سیمینار و مذاکرات منعقد کیے جاتے ہیں۔ بلاشبہ مسلمانوں کے تعلیمی نظام کی اصلاح، ان کی علمی ترقی اور ملی و اجتماعی ضروریات کی تکمیل کے لئے دینی و عصری تعلیم کے امتزاج کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اسے وقت کی ایک اہم ضرورت کہا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ مسلم نظام تعلیم کے تحت اعلی تعلیم کے اہتمام سے ایسے افراد کی تربیت بھی مقصود ہوتی ہے جو اسلام کی ترجمانی کا فریضہ بخوبی انجام دے سکیں، دین پر مخالفین کے حملے کا دفاع کر سکیں اور جدید علوم و افکار کی روشنی میں اسلام و اسلامی نظام زندگی پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں وہ ان کا جواب اچھی طرح دے سکیں، موجودہ دور کے بہت سے مدارس عصری تقاضوں کے مطابق اپنے نصاب میں کچھ جدید علوم کے مضامین شامل کر کے اپنی اسناد کو جدید جامعات یا یونیورسیٹز سے منظور کرا کے ان اداروں میں (ان کے ذمہ داروں کے تعاون سے) طلبہ کو بالخصوص سوشل سائنسز و آرٹ فیکلٹی کے مختلف کورسز میں داخلہ کی سہولیات فراہم کرتے ہیں، اس طرح دینی مدارس کے بہت سے فارغین جدید تعلیم سے بھی مزین ہو جاتے ہیں اور عصری علوم میں مہارت حاصل کر کے اپنے اپنے میدان میں قابل قدر علمی خدمات انجام دیتے رہتے ہیں اور دینی علوم میں اپنی صلاحیتوں کو جلا دے کر ملت کی فلاح و بہبود کے لئے اپنی تعلیمی صلاحیتوں کو مزید کارآمد بناتے ہیں۔ عصر حاضر کے دینی مدارس کی اس خدمت کی اپنی افادیت ہے جس کے مظاہر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور دیگر جدید جامعات میں بھی سامنے آتے رہتے ہیں۔

مزید برآں دینی مدارس کے فارغین کی خدمات کا یہ پہلو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ موجودہ دور میں وطن عزیز کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کے زیر انتظام جو علمی و تحقیقی مراکز قائم ہیں اور جو ادارے کتب و رسائل کی اشاعت اور خطبات و سیمینار کے انعقاد کے ذریعے اسلامی علوم و افکار کی اشاعت اور احکام شریعت کی ترجمانی و تشریح میں سرگرم عمل ہیں، انہیں فکری غذا اصلا دینی مدارس سے ملتی ہے، واقعہ یہ کہ مدارس کے فارغین ہی زیادہ تر زیر تربیت اسکالر، محقق یا رفیق (فیلو) کی حیثیت سے ان علمی اداروں سے وابستہ ہو کر ان کی سرگرمیوں کو آگے بڑھاتے ہیں اور ان اداروں کی انتظامی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں بھی معتدبہ حصہ مدارس کے فضلاء کا ہوتا ہے، ملک کے معروف علمی و تحقیقی اور تصنیفی و اشاعتی اداروں کا جائزہ لیا جائے تو یہ صورتحال اچھی طرح واضح ہو جائے گی، اس تفصیل سے مقصود اس جانب متوجہ کرنا ہے کہ دینی مدارس کے نظام کا کمزور ہونا نتیجہ کے طور پر ان اداروں کی کارکردگی کو بھی متاثر کرے گا، عصر حاضر میں دینی مدارس کی ضرورت و اہمیت کی وضاحت کے ساتھ ان اداروں کے بہی خواہوں اور عام اصحاب اہل خیر کا اس جانب توجہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مدارس کو مالی تعاون دینے کی مختلف معروف شکلیں زکوۃ، صدقات و خیرات اور عطیات ہیں، لیکن عام صورت حال یہ ہے کہ ان اداروں کو زکوۃ و صدقات کی رقوم کی ادائیگی کے بعد یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کی اعانت کا حق ادا ہو گیا، جب کہ ان اداروں کی ضرورت و اہمیت ان کی قابل قدر دینی و علمی خدمات اور ان کے بڑھتے ہوئے مصارف کا تقاضہ یہ ہے کہ صرف زکاۃ و صدقات کی ادائیگی سے تعاون پر اکتفا نہ کیا جائے، بلکہ حسب گنجائش تعاون کی دوسری صورت بھی اختیار کی جائیں اور جس طریقے سے بھی ممکن ہو ان کی مالی حالت کے استحکام کے لیے کوشش کی جائے، یہ نیک مساعی بلاشبہ ملت کے اجتماعی کاز کو تقویت پہنچائے گی اور بہت سی دینی خدمات کا وسیلہ بنے گی، ان پر جو اجر و ثواب نصیب ہوگا ان کی قدر و قیمت اپنی جگہ مسلم ہے اور ہر شخص ہر حال میں ان کا محتاج ہے، یہاں یہ واضح رہے کہ قرآن میں اصحاب مال کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں اس جانب متوجہ کیا گیا ہے کہ ان کے اموال میں محتاجوں اور محروموں کا حق ہے، فرمان الٰہی ہے ''اور جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقررہ حق ہے'' (المعارج)

حدیث میں بہت واضح الفاظ میں ارشاد نبوی ہے ''مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی محتاجوں، غریبوں کا حق ہے'' (جامع ترمذی کتاب الزکاۃ)

ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث کی مذکورہ بالا ہدایات کا منشا یہ ہے کہ لوگوں کی انفرادی ضروریات ہو یا ملت کی اجتماعی ضروریات کی تکمیل کا مسئلہ زکاۃ کی ادائیگی کے بعد بھی حسب استطاعت انفرادی و اجتماعی ضرورتوں کی تکمیل کیلئے فیاضی و فراخ دلی کا مظاہرہ کریں۔ عام حالات میں کردار کی یہ بلندی فراخ دلی و فیاضی تو مطلوب ہے ہی، مخصوص حالات یا ہنگامی صورتحال میں ان اوصاف محمودہ کے مظاہرے کے تقاضے اور بڑھ جاتے ہیں، دوسرے یہ بھی پیش نظر رہے کہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر زکوۃ کی ادائیگی کی تاکید اور اس کے فیوض و برکات کی وضاحت کے ساتھ کار خیر میں مال کے انفاق کی ہدایت دی گئی ہے۔

موجودہ صورتحال اس بات کی متقاضی ہے کہ افراد ملت بالخصوص اصحاب وسائل اہل خیر حضرات آگے بڑھیں اور اس مشکل گھڑی میں دینی مدارس کی طرف دست تعاون دراز کریں، ان کی مالی اعانت میں فراخدلی اور ایثار و قربانی کا مظاہرہ کریں اور اس باب میں مسابقت کا رویہ اختیار کریں، یہ وقت کا اہم تقاضہ ہے جس سے کوئی دردمند ملت انکار نہیں کر سکتا، ہم سب کی اجتماعی ذمہ داری ہے کہ مدارس کی مشکلات کو خود محسوس کریں اور دوسروں کو ان کا احساس دلائیں، دینی ملی تعلیمی ضروریات کی تکمیل کے لیے باصلاحیت افراد تیار کرنے والے ان اداروں کی مالی حالت کے استحکام کے لئے خود کوشش کریں اور دوسروں کو بھی متوجہ کریں۔

# امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی - ایک صاحب طرز ادیب

مولانا محمد شمشاد عالم قاسمی نئی دھلی

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کے اندر علمی اور ادبی ذوق بالکل ابتدائی عمر سے پایا جاتا ہے، انہوں نے نوعمری ہی سے میدان تحریر وانشا میں طبع آزمائی شروع کردی تھی اور اپنا رشتہ قلم وقرطاس سے مضبوط کرلیا تھا، چنانچہ انہوں نے اپنی تحریری اور انشائی زندگی کا آغاز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی شخصیت پر مضمون لکھنے کے ذریعے کیا جن سے انہیں فکری مناسبت ہے اور جن کے افکار وخیالات اور تحریر سے مولانا بے حد متاثر نظر آتے ہیں۔ یہ مضمون انہوں نے ۱۹۵۸ء میں لکھا تھا جب کہ اس زمانہ میں وہ سنّ شعور کے ابتدائی مراحل سے گزر رہے تھے اور جامعہ رحمانی (مونگیر، بہار) کے ابتدائی درجات میں زیر تعلیم تھے۔

اس کے بعد مولانا نے اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا تو قلم سے بھی اپنا رشتہ جوڑے رکھا، بلکہ اس کو مزید پروان چڑھایا، دار العلوم دیوبند کے علمی ماحول نے ان کی تحریری صلاحیت کو نکھارنے اور پروان چڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا، اسی دوران انہوں نے دیواری پرچوں میں مضامین لکھنا شروع کیا جو طلبہ کی توجہات کا مرکز بننے لگے یہاں تک کہ کئی دیواری پرچوں کی ادارتی ذمہ داری بھی نبھائی۔

مولانا نے طالب علم کے زمانے سے ہی عربی مضامین کا اردو میں ترجمہ کرنا شروع کردیا تھا، چنانچہ انہوں نے عالم عرب کے مشہور عالم دین اور کئی کتابوں کے مصنف شیخ علی طنطاویؒ کے نماز کے موضوع پر ایک عربی مضمون کا ترجمہ اردو میں بعنوان ’’دراصل ہم لوگ نماز نہیں پڑھتے‘‘ کیا، یہ اردو ترجمہ مختلف اردو اخبار ورسائل کے ساتھ ساتھ ہفت روزہ ’’الجمعیۃ‘‘ کے شمارہ ۱۱/جولائی ۱۹۶۹ء میں بھی شائع ہوا۔ مولانا موصوف اس انداز سے ترجمہ کرتے ہیں کہ یہ اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ مضمون اردو میں لکھا گیا ہے یا انہوں نے ترجمہ کیا ہے۔ پھر یہ سلسلہ طالب علمی کے بعد بھی جاری رہا اور دراز ہو کر انگریزی سے اردو ترجمہ تک جا پہنچا، مولانا کو عربی سے اردو اور انگریزی سے اردو ترجمہ دونوں میں خاص قدرت حاصل ہے اور مذکورہ تینوں زبانوں میں وہ یکساں مہارت رکھتے ہیں۔ مولانا نے اپنے تحریری سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے اہم موضوعات پر متعدد قیمتی کتابچے تحریر فرمائے۔

**مولانا محمد ولی رحمانی اور صحافت:** صحافت سے بھی مولانا کا گہرا تعلق رہا ہے جس کا آغاز انہوں نے دار العلوم دیوبند میں دوران طالب علمی کیا تھا اور اردو اور عربی دونوں زبانوں میں شائع ہونے والے دیواری پرچوں کی ادارتی ذمہ داری بھی نبھائی۔ ۱۹۶۶ء میں تعلیمی مرحلہ مکمل کرنے کے بعد مولانا اپنے والد محترم مولانا منت اللہ رحمانیؒ کے حکم کی تعمیل میں امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ سے شائع ہونے والے ہفت روزہ ’’نقیب‘‘ کے مدیر بنے اور اور تقریباً ایک سال تک اس کی ادارتی ذمہ داری نبھائی۔ ہفت روزہ ’’نقیب‘‘ کی ادارت کی ذمہ داری مولانا کو سپرد کرتے وقت مولانا منت اللہ رحمانیؒ نے ان سے فرمایا تھا:

’’ہفتہ وار ’’نقیب‘‘ آپ کے سپرد کر رہا ہوں، اب یہ آپ کی نگرانی میں شائع ہوگا اور ہر ہفتہ اس پر تحریری تبصرہ بھی آپ کا کام رہے گا___ ‘‘انہوں نے اپنے والد محترم کے حکم پر نہ صرف عمل کیا بلکہ ہر اعتبار سے اپنے کام کو عمدگی سے سرانجام دینے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں ’’نقیب‘‘ کی تزئین وترتیب میں بہتری آئی، اس کے صفحات میں اضافہ کیا اور معیاری اداریے اور مضامین کے ذریعہ اس کے وقار واعتبار کو بڑھایا حتی کہ اس کی خوبصورتی میں اضافے کے لیے بہار کے مشہور کاتبوں سے رابطہ کر کے ان سے اخبار کی کتابت کروائی، اردو دنیا میں ہفتہ وار ’’نقیب‘‘ امارت شرعیہ کے ترجمان کی حیثیت سے جانا جانے لگا۔

مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے جامعہ رحمانی مونگیر سے ایک ماہنامہ ’’صحیفہ‘‘ بھی جاری کیا جو ان کی سرپرستی میں تین برسوں (۱۳۹۱-۱۳۹۴) ہجری تک نکلتا رہا، ہر ماہ اس کی تعداد اشاعت تقریباً ایک سو کاپیاں ہوتی تھیں۔ بہار میں اردو روزنامہ کے لیے پہلا آفسیٹ پریس قائم کرنے کا سہرا بھی مولانا محمد ولی رحمانی کو ہی جاتا ہے جسے انہوں نے ۱۹۸۴ء میں قائم کیا تھا۔ صحافت کے حوالے سے ایک بہت اہم اور خاص بات یہ ہے کہ ۱۹۸۴ء میں ہی انہوں نے پٹنہ سے روزنامہ ’’ایثار‘‘ جاری کیا جو بہار کا پہلا آفسیٹ اردو اخبار تھا۔ مولانا موصوف کی زیر ادارت نکلنے والے اخبار نے اردو صحافت میں صاف گوئی، ڈاٹا بیس رپورٹنگ (Database Reporting)، مدلّل اداریے اور علمی وفکری مضامین کی اشاعت کا ریکارڈ قائم کیا۔ یہ اخبار اصلاً ’’قومی آواز‘‘ کے مقابلے میں مسلمانوں کی آواز کو بلند کرنے کے لحاظ سے نکالا گیا تھا، اس لیے روزنامہ ’’ایثار‘‘ پٹنہ کو زبردست کامیابی ملی، یہ اخبار مسلسل تین سالوں تک شائع ہوتا رہا۔

صحافت کے بارے میں مولانا نے اپنی رائے کا اظہار جس مفکرانہ انداز اور اچھوتے ادبی اسلوب اور پیرائے میں کیا ہے کہ وہ خود ایک ادبی شہ پارہ بن گیا ہے اور اس کے اندر بلا کی ادبی چاشنی محسوس ہوتی ہے جس کا لطف پڑھنے کے بعد ہی اٹھایا جاسکتا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ’’صحافت عبادت بھی ہے، تجارت بھی، ضرورت بھی اور پیشہ بھی۔ یہ کسی ملک کا طاقتور ستون ہے جو سماج کو رخ دیتا ہے، سماج کو اچھے برے کی تمیز سکھاتا ہے اور اچھی روایتوں کا امین، بھلی باتوں کا خوگر اور شریفانہ مزاج کی تشکیل کرتا ہے، یا پھر سماج کو بری راہوں کا جلوہ دکھاتا ہے، اور غلط سمت کی رہنمائی اور غلط مزاج کی آبیاری کرتا ہے۔ صحافی کی ملاقات ہر نئے سورج کے ساتھ نئے صفحات اور نئی لہروں پر دیکھنے والوں اور پڑھنے والوں سے ہوتی ہے، وہ جیسا پڑھاتے ہیں اور جیسا پلاتے ہیں سماج پر اس کے گہرے اثرات پڑتے ہیں اور یہ روز روز کی ملاقات اپنا اثر خوب دکھاتی ہے۔ صحافت کبھی دیش بھگتی کے لیے ہوتی تھی وہ بھی مقصد تھا، اب جیب بھگتی کے لیے ہوگئی ہے یہ بھی مقصد ہے___ مقصد کی میزبانی سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے؟ بدلے ہوئے حالات میں صحافت نے بھی اپنے رخ اور رنگ کو بدلا ہے، یہ رخ پسند نہ بھی آئے تو بھی جھیلتے رہیے‘‘۔

**مولانا کی تصنیفات وتالیفات:** مولانا کی ذہنی اور فکری تشکیل جس طرح کے ماحول میں ہوئی ہے وہ زیادہ تر تحریکی رہا ہے، چاہے وہ اپنے والد محترم امیر شریعت رابع مولانا منت اللہ رحمانیؒ کے زیر سایہ ان کی ہمہ گیر تربیت ہو یا بہار کے لیجسلیٹو کاؤنسل کی ممبری کی طویل مدت ہو یا دیگر تحریکی پلیٹ فارم سے وابستگی اور جد وجہد ہو، اس لیے مولانا کو ٹھہراؤ والی زندگی میسر نہیں ہوئی جو کہ کسی بھی علمی اور تصنیفی کام کے لیے انتہائی ضروری ہے جیسا کہ مولانا نے خود اس کی وضاحت کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں: میرے پاس تحریکی کام سے وقت ہی نہیں ملتا ہے کہ میں تحریری کام سرانجام دوں، تحریر وقت مانگتی ہے اور میرے پاس وقت نہیں ہے، میں تو تحریکی کاموں میں خود اپنے آپ کو بھی بھول چکا ہوں۔‘‘

یہی وجہ ہے کہ مولانا نے کوئی ضخیم کتاب نہیں لکھی؛ لیکن انہوں نے دار العلوم دیوبند سے ۱۹۶۴ء میں فراغت کے بعد سے مسلسل کئی سالوں تک مختلف موضوعات پر تقریباً ۳۰۰/مضامین تحریر فرمائے جو ہندوپاک کے مختلف مؤقر اخبار اور رسائل میں شائع ہو کر اہل علم کے درمیان مقبول ہوئے۔ اسی کے ساتھ ساتھ مولانا نے ضرورت کے مطابق سلگتے مسائل پر ۲۵/سے زیادہ تحقیقی مقالے اور قیمتی علمی کتابچے لکھے ہیں جن میں دینی موضوعات سے لیکر ملی، قانونی اور سماجی موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے، یہ کتابچے ضخامت کے اعتبار اگرچہ کم ہیں، لیکن موضوع کی ندرت وحساسیت، علمی قدر وقیمت اور زبان وبیان کی شائستگی، شگفتگی اور عمدگی کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہیں۔ کتابچوں کے علاوہ مولانا نے بے شمار تحریریں مختلف مصنفین اور مؤلفین کی کتابوں کے مقدمے کے طور پر تحریر فرمائی ہیں جو مقدماتی ادب کا شاہکار ہیں، اسی طرح مولانا نے مختلف اہل علم، اصحاب قلم، ملی رہنماؤں اور سیاستدانوں کے نام ان گنت خطوط لکھے ہیں جو مکتوباتی ادب کے شہ پارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

**مولانا محمد ولی رحمانی کی اردو نثر - امتیازات وخصوصیات:** مولانا کی تمام تحریریں ادبی پیرایہ لیے ہوئے ہوتی ہیں موضوع خواہ کوئی بھی ہو، ان کو قادر مطلق نے ایک خاص ملکہ عطا کیا ہے کہ وہ خشک سے خشک موضوع کو بھی ادبی سانچے میں ڈھال کر اتنا دلچسپ بنادیتے ہیں کہ پڑھنے والا اس سے مسحور ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، جب پڑھنا شروع کرتا ہے تو پڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور کوئی اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ مولانا کی نثری تحریر پر عربی کے مشہور مصری ادیب احمد امین اور اردو کے نامور ادیب مولانا عبد الماجد دریابادی کے اثرات نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں، چھوٹے چھوٹے جملے اور بالکل عام فہم اور واضح اسلوب وانداز، جسے پڑھنے میں کوئی جھنجھلاہٹ نہیں ہوتی۔ مولانا کی تحریر میں بے ساختگی اور آمد ہی آمد ہے، آورد اور تکلّف کا کہیں نام ونشان دور دور تک دکھائی نہیں دیتا، وہ موجودہ دور کے علمی، فکری اور ادبی نثر نگاروں میں اپنی ایک الگ پہچان رکھتے ہیں۔ مولانا کی نثر نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے اردو کے مشہور نقاد پروفیسر لطف الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں: ’’حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی ’’صاحب تصنیف وتالیف‘‘ بزرگ ہیں، اور ایک صاحب اسلوب نثر نگار بھی، انہوں نے کم لکھا ہے مگر ان کے مضامین آمد کا نمونہ ہیں اور بے ساختگی کی منہ بولتی تصویر۔‘‘

پروفیسر موصوف ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں: ’’مولانا دریابادی کی طرح مولانا محمد ولی صاحب کی تحریر میں اختصار، جامعیت، موزونیت اور لفظوں کا بہت ہی تخلیقی اور برمحل استعمال ہوتا ہے، چھوٹے چھوٹے جملوں میں وہ سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ اپنی بات کہہ جاتے ہیں اور کہتے چلے جاتے ہیں، کہیں تصنع، بناوٹ اور تکلف کا شائبہ نہیں، ایک روشن دماغ شخصیت جس طرح لفظوں کے کم سے کم استعمال میں زیادہ وسعت معانی پیدا کرسکتی ہے، اس کا نہایت ہی حسین نمونہ مولانا محمد ولی رحمانی کی طرز تحریر ہے۔‘‘ ذیل میں ہم مولانا کی اردو نثر کے امتیازات اور خصوصیات پر مثالوں کے ذریعہ روشنی ڈالیں گے:

**(۱) قلیل الفاظ، چھوٹے چھوٹے جملے اور کثیر معانی:** مولانا کی نثر کا پہلا امتیازی وصف اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ انتہائی نپے تلے مختصر لیکن گہرے معانی لیے ہوئے الفاظ کا استعمال کرتے ہیں جو قَلَّ ما دَلَّ کا حقیقی مصداق ہوتے ہیں، ان کا ادب بہت عمدہ ہے اور ادبی تخیل شاندار ہے، کم سے کم پیرائے میں زیادہ سے زیادہ بامعنی بات کہہ جانا مولانا کی خاص صفت ہے۔ وہ لمبے لمبے جملے استعمال نہیں کرتے جو کہ قاری کی الجھن اور اکتاہٹ کا باعث بنتے ہیں، بلکہ چھوٹے چھوٹے جملوں میں اپنی بات کہتے ہیں جن کو پڑھنے میں قاری کو کسی طرح کی کوئی الجھن نہیں ہوتی بلکہ وہ ان کو پڑھتا ہی چلا جاتا ہے، مندرجہ ذیل اقتباس میں ہم اس کی جھلک دیکھ سکتے ہیں، مولانا ولی رحمانی صاحب مولانا عبد الماجد دریابادی کی خاکہ نگاری کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’مولانا عبد الماجد دریابادی مفکر تھے، فلسفی تھے، ادیب تھے، بڑے نقّاد اور طنز نگار تھے، شارح قرآن تھے، شریعت کے بڑے پابند اور طریقت کے رمز آشنا تھے، وہ بہت کچھ تھے، ان کے علم میں گہرائی اور گیرائی تھی جس نے ان کے سادہ جملوں میں نکھار اور روشنی بخش دی تھی۔‘‘ مختصر الفاظ والے ان چھوٹے چھوٹے جملوں میں مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے مولانا دریابادی کی شخصیت کی تصویر کشی اس طرح کی ہے کہ فن خاکہ نگاری کو بام عروج پر پہنچا دیا ہے، انتہائی چھوٹے چھوٹے جملوں میں مولانا دریابادی کی تقریباً تمام خوبیوں کا احاطہ اور دریا کو کوزے میں پرودیا ہے جس کی تفصیل کے لیے دفتر چاہیے، ساتھ ہی ساتھ قاری ان کی اس نثر میں مولانا دریابادی کے اسلوب کی بھی جھلک محسوس کرسکتا ہے۔

**(۲) عام فہم اور آسان زبان وبیان:** مولانا کی اردو نثر کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ بالکل عام فہم ہوتی ہے اور زبان وبیان نہایت ہی آسان جس کو ایک کم پڑھا لکھا انسان بھی بغیر کسی پریشانی کے آسانی سے سمجھ سکتا ہے، ’’**شہنشاہ کونین کے دربار میں**‘‘ مولانا کی ایک مختصر تحریر ہے جس میں مسجد نبوی کی زیارت کے موقع پر مولانا کے دل میں جو احساسات موجزن ہوئے ان کو تحریر کی شکل دی ہے۔ اس کتاب کا یہ اقتباس مذکورہ بالا صفت کی ایک عمدہ مثال ہے: ’’اللہ کا گھر بھی کیا چیز ہے، کوئی انہیں سجدوں سے سجاتا ہے، کوئی عبادتوں سے آباد کرتا ہے، کوئی اپنی آہوں سے اس کی فضا میں ارتعاش پیدا کرتا ہے، کوئی آنسوؤں سے گناہوں کو دھوتا ہے، کسی کی نگاہوں کی حسرت اس میں اعتماد اور اطمینان بھرتی ہے، کوئی ماضی کے دھبّوں کو دھوتا ہے، کوئی مستقبل کے تارے دامن میں بھر لیتا ہے اور کوئی اپنے حوصلوں کے سہارے اس کی شکل وصورت کو نیا روپ اور جلال وجمال کو نئے نئے زاویے دیتا ہے اور عقیدت ومحبت کے نقوش عمارتوں میں جڑ دیتا ہے۔‘‘

مذکورہ اقتباس میں مولانا نے مسجد بالخصوص مسجد نبوی کے مقاصد اور بندگان خدا کی طرف سے اس میں کیے جانے والے مختلف اعمال کو بالکل عام فہم اور آسان پیرائے میں اس طرح بیان کیا ہے جس سے ان اعمال کی مجسم شکل قاری کی نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ مذکورہ کتاب کا مندرجہ ذیل اقتباس بھی قابل مطالعہ ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

سید محمد عادل فریدی

## مصر میں کپڑے کے خارخانے میں آتشزدگی، بیس افراد ہلاک

مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں ایک کپڑے کے کارخانے میں آتشزدگی سے ۲۰؍ افراد ہلاک اور دو درجن افراد زخمی ہوگئے۔ غیر ملکی خبررساں ایجنسی کے مطابق آتشزدگی کے بعد فائر بریگیڈ نے موقع پر پہنچ کر فوری طور پر آگ بجھانے کے لئے امدادی کارروائیاں شروع کردیں، جبکہ ریسکیو اہلکاروں نے زخمیوں کو اسپتال منتقل کیا۔ قاہرہ میں قائم کپڑے کی فیکٹری میں لگنے والی آگ کے باعث دور دور تک دھوئیں کے غبار چھا گئے، 4 منزلہ بلڈنگ میں آگ لگنے کی وجہ ابھی تک سامنے نہیں آسکی ہے تاہم حکومت نے مقامی حکام کو تحقیقات کی ہدایات جاری کردی ہے۔ (یو این آئی)

## فوج کا سوچی پر ۶؍لاکھ ڈالر، گیارہ کلو سونا رشوت لینے کا الزام

میانمار کے فوجی حکمرانوں نے بے دخل ہونے والی جمہوریت نواز رہنما آنگ سان سوچی کے خلاف اب تک کے سب سے سنگین الزامات عائد کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہوں نے چھ لاکھ ڈالر اور گیارہ کلوگرام سونا غیر قانونی طور پر لیا۔ تاہم، فوج نے اس الزام کی تصدیق کے لئے کوئی ثبوت فراہم نہیں کیا ہے۔ جب کہ دوسری طرف سوچی کی پارٹی نے اس الزام کی تردید کی ہے۔ (یو این آئی)

## نیتن یاہو کا یو اے ای دورہ ملتوی

اسرائیل اور اس کے ہمسایہ ملک اردن کے ساتھ ہوائی علاقے کی بابت کچھ عدم اتفاقی کی وجہ سے وزیر اعظم بنجامن نتن یاہو کا مجوزہ تاریخی متحدہ عرب امارات (یو اے ای) کا دورہ ملتوی کردیا گیا ہے۔ مسٹر نتن یاہو کے دفتر سے جاری بیان کے مطابق مسٹر نتن یاہو کے طیارے کو اردن کے ہوائی علاقے سے گذرنا تھا لیکن کچھ عدم اتفاقی کی وجہ سے ان کا یو اے ای مجوزہ دورہ ملتوی کردیا گیا ہے۔ (یو این آئی)

## بحر منجمد شمالی کو آلودہ کرنے کی وجہ سے روسی کمپنی پر 1.9 ارب ڈالر کا جرمانہ

بحر منجمد شمالی کو آلودہ کرنے کی پاداش میں روسی کمپنی کو ایک اعشاریہ نو ارب ڈالر جرمانہ ادا کرنا پڑ گیا۔ گزشتہ سال کمپنی کا فیول کا ذخیرہ ٹوٹنے سے 20 ہزار ٹن ڈیزل سمندر میں بہہ گیا تھا، جس پر روس کی ایک عدالت نے ماحول کو نقصان پہنچانے پر کمپنی کو 1.9 ارب ڈالر جرمانہ کیا تھا جو ادا کردیا گیا۔ روس کی تاریخ میں اب تک کسی کمپنی کو ماحولیات کو نقصان پہنچانے پر یہ سب سے بڑا جرمانہ کیا گیا ہے۔ (یو این آئی)

## چاند پر تحقیقات کیلئے چین اور روس مشترکہ خلائی اسٹیشن قائم کریں گے

چاند پر تحقیقات کے لئے چین اور روس نے مشترکہ خلائی اسٹیشن قائم کرنے کا سمجھوتہ کیا ہے۔ روسی خلائی ایجنسی ''روسکوموز'' کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ تحقیقاتی تنصیبات چاند کی سطح یا اس کے مدار میں قائم کی جائیں گی۔ چین نے اسے اپنا بین الاقوامی خلائی تعاون کا سب سے اہم پروجیکٹ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ پروجیکٹ دلچسپی رکھنے والے تمام ملکوں اور عالمی شراکت داروں کے لئے کھلا رکھا گیا ہے۔ (یو این آئی)

## لیبیا میں قومی اتحادی حکومت کے قیام کا عالمی سطح پر خیر مقدم

جرمنی، مصر اور اردن کے رہنماؤں نے لیبیا کو مستحکم کرنے کے مقصد سے ایک قومی اتحاد حکومت کے قیام کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس فیصلے کے لیے لیبیا کے رہنماؤں کی تعریف کی ہے، جرمنی کے وزیر خارجہ ہائیکو ماس نے جمعرات 11 مارچ کو کہا کہ لیبیا نے ایک عبوری حکومت کے قیام پر جو اتفاق کیا ہے وہ جنگ زدہ ملک کے لیے ''ایک شاندار پیش رفت ہے۔'' فرانس کے دارالحکومت پیرس میں ایک مشترکہ کانفرنس کے دوران جرمن وزیر خارجہ ہائیکو ماس کے ساتھ اردن اور مصر کے وزراء خارجہ نے بھی اس پیش رفت کی تعریف کی۔ مصر کے وزیر خارجہ سامح شکری نے اسے اچھی خبر سے تعبیر کرتے ہوئے کہا، ''جب بھی اچھی خبر ہو تو ہمیں اس پر بات کرنی چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک روز قبل ہی سیاسی عمل پر اعتماد کے لیے ووٹنگ ہوئی اور اس کا آغاز بھی ہوگیا ہے، یہ بہت اہم نقطہ ہے۔'' اس دوران لیبیا کے لیے یورپی یونین کے سفیر جوس سباڈیل نے اس بات پر زور دیا کہ لیبیا کی نئی قومی اتحاد حکومت، عالمی برادری کی مکمل حمایت پر اعتبار کرسکتی ہے۔'' (ڈوئچے ویلے جرمنی)

## ایران سے متعلق امریکہ اور اسرائیل کی میٹنگ

امریکی اور اسرائیلی اعلی عہدیداروں نے اپنی پہلی اسٹریٹیجک میٹنگ میں مشرق وسطی میں درپیش سکیورٹی چیلنجز نیز تہران کو جوہری ہتھیاروں کی تیاری سے روکنے کے سلسلے میں 2015 کے ایران جوہری معاہدے میں امریکہ کے دوبارہ شامل ہونے کی بائیڈن انتظامیہ کے منصوبے پر تبادلہ خیال کیا۔ امریکہ کے قومی سلامتی کے مشیر جیک سولیوان اور ان کے اسرائیلی ہم منصب میر بن شبات نے جمعرات کے روز ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ بات چیت کی۔ جنوری میں صدر جو بائیڈن کے اقتدار سنبھالنے کے بعد یہ امریکہ اور اسرائیل کے درمیان پہلی باہمی سیکورٹی میٹنگ تھی۔ ایران جوہری معاہدے میں امریکہ کی دوبارہ شمولیت کے حوالے سے اسرائیلی وزیر اعظم بینجمن نیتن یاہو اپنے اختلافات کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ (ڈوئچے ویلے جرمنی)

## مہاجرین کی دو کشتیاں ڈوبنے سے ۳۹؍افراد ہلاک

غیر قانونی طور پر اٹلی جانے کی کوشش کرنے والے مہاجرین کی دو کشتیاں تیونس کی سمندری حدود میں ڈوبنے سے کم از کم ۳۹؍افراد ہلاک ہوگئے جبکہ ۱۶۵ مہاجرین کو بچالیا گیا، تیونس کی وزارت دفاع نے ایک بیان میں کہا کہ مہاجرین اٹلی کے جزیرے لمپیڈوسا کی جانب جا رہے تھے لیکن کشتیوں کو حادثہ پیش آ گیا۔ (یو این آئی)

## ایس ٹی ای ٹی کا ریزلٹ جاری، ۲۴۵۹۹؍امیدوار کامیاب

### اردو سنسکرت اور سائنس کا ریزلٹ التوا

بہار اساتذہ اہلیتی امتحان (STET) کا ریزلٹ جمعہ کو جاری کردیا گیا، فی الحال ۱۵؍میں سے ۱۲؍سبجیکٹ کا ریزلٹ جاری کیا گیا ہے، جن میں ۲۴۵۹۹؍امیدوار کامیاب ہوئے ہیں، پٹنہ ہائی کورٹ میں معاملہ ہونے کی وجہ سے ریزلٹ جاری ہونے میں تاخیر ہوئی ہے، خیال رہے کہ یہ امتحان ۱۵؍سبجیکٹ کے لیے ہوا تھا، جس میں سے ۳؍سبجیکٹ؛ اردو، سائنس اور سنسکرت کو چھوڑ کر ۱۲؍سبجیکٹ کا ریزلٹ جاری ہوا ہے، اس امتحان میں فرسٹ پیپر میں ۱۶۰۶۸؍اور سکینڈ پیپر میں ۸۵۳۱؍امیدوار کامیاب ہوئے ہیں۔ بہار، ایس ٹی ای ٹی ۲۰۱۹ء کا امتحان دینے والے امیدوار اپنا ریزلٹ bsebtest.2019.in پر اپنا ریزلٹ چیک کرسکتے ہیں۔ ہائی کورٹ کے حکم پر ۱۰۶؍امیدواروں کا امتحان دوبارہ ۲؍اپریل ۲۰۲۱ء کو لیا جائے گا، یہ ۱۰۶؍امیدوار اردو، سنسکرت اور سائنس کے ہیں۔ ستمبر ۲۰۲۰ء میں منعقد کیے گئے آن لائن امتحان میں شامل ۲۳۵۶۵؍اور ۲؍اپریل ۲۰۲۱ء کے متوقع ۱۰۶؍یعنی کل ۲۳۶۷۱؍امیدواروں کا ریزلٹ مئی کے پہلے ہفتے میں جاری کیا جائے گا۔ خیال رہے کہ اس امتحان میں کل ایک لاکھ اٹھتر ہزار (178000) امیدوار شریک ہوئے تھے۔ (ایجنسی)

## حضرت امیر شریعت کے ہاتھوں دلادلی رانچی میں آئیڈیل گلوبل اسکول کا سنگ بنیاد

ریاست جھارکھنڈ کے معروف سرجن ڈاکٹر مجید عالم صاحب کے نئے تعلیمی منصوبہ آئیڈیل گلوبل اسکول کا سنگ بنیاد مورخہ ۱۲؍مارچ ۲۰۲۱ء روز جمعہ کو امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کے ہاتھوں شہر کے معززین کی موجودگی میں رانچی کے دلادلی میں رکھا گیا، یہ اسکول سی بی ایس ای کے نصاب کے مطابق پلس ٹو تک کے معیار کا ہوگا اور ایک ٹرسٹ کے ماتحت چلے گا۔ سنگ بنیاد رکھتے ہوئے حضرت امیر شریعت نے امید ظاہر کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے صحت و تعلیم کے میدان میں چل رہے دیگر منصوبوں کی طرح ہی ان کا یہ تعلیمی منصوبہ بھی ان شاء اللہ کامیاب ثابت ہوگا اور معیاری تعلیم و تربیت کے ذریعہ ریاست کے اسکولوں میں نمایاں مقام حاصل کرے گا۔ خیال رہے کہ اسی علاقہ میں پہلے سے ڈاکٹر صاحب کا ایک نرسنگ کالج آئیڈیل اکیڈمی آف نرسنگ ایجوکیشن کے نام سے چل رہا ہے اور نرسنگ کی بہتر تعلیم تربیت کی وجہ سے اس شعبہ میں منفرد شناخت رکھتا ہے۔ سنگ بنیاد کی اس تقریب میں حضرت امیر شریعت کے ساتھ اسکول کے بانی ڈاکٹر مجید عالم صاحب، حافظ احتشام رحمانی صاحب، مولانا اظہر صاحب، آئیڈیل اکیڈمی آف نرسنگ ایجوکیشن کی معلمات و طالبات اور دیگر معززین شہر بھی موجود تھے۔ سنگ بنیاد کی یہ تقریب حضرت امیر شریعت کی دعا پر ختم ہوئی۔

## رحمانی فاؤنڈیشن مونگیر کے زیر اہتمام غریب مریضوں کو مفت لینس

رحمانی فاؤنڈیشن کا شعبہ ہیلتھ کیئر ۱۹۹۹ء سے مسلسل آنکھوں کا مکمل علاج، موتیابین کا آپریشن اور لینس لگانے کا کام کررہا ہے، یہ شعبہ سال بھر مفت آنکھوں کا علاج کرتا ہے، اور ہر سال موسم سرما کے موقع پر ڈھائی سے تین ہزار غریب ضرورتمندوں کے آنکھوں میں لینس لگانے کی خدمت انجام دیتا ہے۔ امسال بھی ہر سال کی طرح سرجری کے ذریعہ لینس لگانے کی خدمت انجام دی جارہی ہے، جسمیں ملک کے ماہر ڈاکٹروں کی ٹیم دوسرے رضاکار افراد کے ساتھ یہ کام انجام دیتے ہیں، اور اب تک پانچ سو اٹھانوے (۵۹۸) مریضوں کے آنکھوں میں لینس لگایا جاچکا ہے، یہ سلسلہ جاری ہے اور ہزاروں لوگوں کا معائنہ بھی جاری ہے، امید ہے کہ آئندہ دنوں میں اور بھی آٹھ سے نو سو مریضوں کی آنکھوں میں لینس لگایا جائیگا، لاک ڈاؤن کے باوجود یہ تعداد بڑھ رہی ہے۔ واضح رہے کہ آنکھوں کے آپریشن کے اس موقع پر مریضوں کو دوا، چشمہ، اسی طرح چیک اپ، سرجری کی سہولت اور لینس ادارہ کی جانب سے مفت دیا جاتا ہے، رحمانی فاؤنڈیشن کے بانی امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی دامت برکاتہم کی منشاء اور خواہش کے مطابق یہ ادارہ تعلیم و صحت کے میدان میں اپنی پوری توانائی کے ساتھ خدمت انجام دے رہا ہے، رحمانی فاؤنڈیشن کے جنرل سکریٹری جناب مولانا ظفر عبدالرؤف رحمانی صاحب نے بتایا کہ رحمانی فاؤنڈیشن کے ان خدمات کو اور بھی وسیع کرنے کا منصوبہ ہے اور آنے والے دنوں میں آنکھوں کے مفت آپریشن کا پروگرام مسلسل کرنے کا ارادہ ہے، ساتھ ہی دوسری طبی سہولیات بھی فراہم کی جائیں گی۔

## اہل قلم سے چند معروضات

آپ کا محبوب ہفتہ وار جریدہ ''نقیب'' امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا قدیم ترجمان ہے، جس میں امارت شرعیہ کی سرگرمیوں کے علاوہ دیگر ملی و قومی خبروں، اخبار عالم و مسلم دنیا کے احوال، کتابوں پر نقد و تبصرہ، یادگار زمانہ شخصیتوں کے احوال کے علاوہ مختلف دینی، علمی، تعلیمی، تہذیبی، ادبی، سیاسی، سماجی، معاشرتی، ملی و عالمی مسائل و موضوعات پر بیش قیمتی مضامین شائع کیے جاتے ہیں۔ ان موضوعات پر مضمون نگار حضرات اپنی نگارشات اشاعت کے لیے ارسال فرمائیں، البتہ اپنی تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خیال رکھیں۔

☆ مضمون غیر مطبوعہ بھیجیں، ہاں اگر کسی دیگر اخبار و مجلہ میں ارسال کرنا ہو تو نقیب میں اشاعت کے بعد ارسال کریں۔

☆ مضمون نقیب کے معیار اور ادارہ کی پالیسی کے مطابق ہو۔

☆ مرسلہ مضمون کی کاپی خود بھی اپنے پاس رکھیں، کیوں کہ عدم اشاعت کی صورت میں مضمون واپس نہیں کیا جائے گا۔

☆ اختلافی موضوعات اور متنازعہ فیہ مسائل پر مضامین کی اشاعت کی گنجائش نہیں ہے۔

☆ قابل اشاعت مضامین حسب ترتیب اور موقع ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی شائع ہوں گے۔

☆ اپنے مضامین نقیب کے ای میل naqueeb.imarat@gmail.com پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

# ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

## قرآن کریم میں ایک نقطہ کی ترمیم وتبدیلی کی بھی گنجائش نہیں، مولانا محمد ولی رحمانی

**قرآن پاک کی آیتوں کو ختم کرنے کے بارے میں وسیم رضوی کی دریدہ دهنی پر جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا رد عمل**

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے، اس بات پر پوری دنیا کے تمام فرقوں کے مسلمانوں کا مکمل اتفاق ہے کہ قرآن کریم اپنی اصلی نازل شدہ صورت میں پوری دنیا میں موجود ہے، اوران شاء اللہ رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ قرآن کی کسی آیت میں تبدیلی کا سوچنا تو دور اس کے زیر وزبر اور ایک نقطہ تک میں بھی ترمیم کی گنجائش نہیں ہے۔ آج تک جتنے لوگوں نے قرآن کریم پر اعتراض کرنے کی کوشش کی انہیں منہ کی کھانی پڑی اور وہ اپنے ارادہ میں ناکام ونامراد ہوئے۔ یوپی کے شیعہ وقف بورڈ کے سابق چیئرمین وسیم رضوی نے قرآن کریم کی ۲۶/آیتوں کے بارے میں سپریم کورٹ میں پٹیشن داخل کی ہے، یہ صرف پبلسٹی حاصل کرنے کا ایک اسٹنٹ اور ایسے سیاسی مفادات حاصل کرنے کی غرض سے ہے جو ذاتی نوعیت کے ہیں، یہ باتیں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے وسیم رضوی کی قرآن کریم کے بارے میں حالیہ بدتمیزیوں پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہیں۔

جنرل سکریٹری بورڈ نے مزید کہا کہ وسیم رضوی کی یہ حرکت کوئی نئی نہیں ہے، ایسی بدتمیزیاں واسلام، مسلمانوں اور شعائر اسلام کے بارے میں ماضی میں بھی کرتے رہے ہیں، جو لوگ اس سے واقف ہیں اور خبروں پر نگاہ رکھتے ہیں وہ اس کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس بار انہوں نے نہ صرف قرآن کریم کے بارے میں بلکہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت سیدنا عمر فاروق، حضرت سیدنا عثمان اور امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں بڑی بُری باتیں کہیں ہیں۔ خلفاء راشدین، امہات المومنین اور صحابہ کی جماعت مقدسوں کی جماعت ہے، کوئی مومن ان کے خلاف زبان کھولنے کی جسارت نہیں کرسکتا، ان کے خلاف زہر اگلنے والے شخص کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے آگے کہا کہ قرآن مجید کی آیتوں کو ہٹانے یا مٹانے کا مسئلہ کسی فرقہ یا مسلک سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ سے اس کا تعلق ہے، اس لیے میں مسلمانوں کی تمام جماعتوں خواہ وہ شیعہ ہوں، سنی ہوں، بوہرہ ہوں، دیوبندی ہوں، بریلوی ہوں، اہل حدیث ہوں یا کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں اپیل کرتا ہوں کہ اس معاملہ میں اشتعال میں آنے کی، احتجاج ومظاہرہ، دھرنا یا جلسہ جلوس کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے، معاملہ سپریم کورٹ میں ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی ٹیم اس معاملہ کو شروع سے دیکھ رہی ہے، اور اس نے ماہرین قانون کے مشورے سے اپنا موقف تیار کرلیا ہے، پٹیشن تیار ہورہی ہے، اعلیٰ قانون دانوں کے مشورہ کے مطابق مناسب وقت پر سپریم کورٹ میں پیش کیا جائے گا۔ اور پوری مضبوطی سے سپریم کورٹ میں مسلمانوں کا موقف رکھا جائے گا۔

## اردو کا حق دلانے کے لیے اردو کارواں سرگرم عمل

**امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی صدارت میں منعقد میٹنگ میں اہم امور پر تبادلۂ خیال، کئی تجاویز منظور**

اردو کی تحریک جو جناب غلام سرور مرحوم اور پروفیسر عبد المغنی مرحوم کے بعد سرد ہوچکی تھی، کچھ چنگاریاں راکھ تلے دبی ہوئی تھیں، امارت شرعیہ نے انہیں کرید کر پھر شرارہ بنانے کی کوشش شروع کی ہے۔ اردو تحریک کو دوبارہ متحرک کرنے اور سرکاری وعوامی سطح پر اس کو اس کا واجب حق دلانے کے لیے بہار کے منتخب اہل علم، ماہرین اردو، اور دانشوروں پر مشتمل اردو کارواں کا قیام انہیں مقاصد کی تکمیل کے لیے ہوا ہے اور اردو کارواں اس کے لیے پورے عزم وحوصلہ کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ کام کا خاکہ کیا ہوگا اور اس پر عمل کس طرح کیا جائے گا، ان سب امور پر تبادلۂ خیال کرنے اور کوئی واضح راہ عمل کی تعیین کے لیے مورخہ ۸/مارچ ۲۰۲۱ء روز پیر کو اردو کارواں کے ذمہ داروں کی ایک اہم مشاورتی نشست امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی صدارت میں امارت شرعیہ کے مرکزی دفتر پھلواری شریف، پٹنہ میں منعقد ہوئی۔ اس نشست میں کارواں کے صدر پروفیسر اعجاز علی ارشد سابق وی سی مولانا مظہر الحق عربی فارسی یونیورسٹی، نائب صدر پروفیسر صفدر امام قادری صدر شعبۂ اردو کالج آف کامرس پٹنہ، نائب صدر مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ و مدیر ہفت روزہ نقیب، جنرل سکریٹری ڈاکٹر ریحان غنی مدیر روزنامہ پندار، سکریٹری جناب ڈاکٹر انوار الہدیٰ جنرل سکریٹری مسلم مجلس مشاورت بہار شریک تھے۔ میٹنگ میں اردو کو حکومتی اور عوامی سطح پر درپیش چیلنجوں اور مسائل کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی اور طے پایا کہ اردو کے جو بنیادی مسائل ہیں جن کے بارے میں حکومت کی سطح سے ہی کوئی فیصلہ ہوسکتا ہے ان مسائل پر سرکار سے بات کی جائے، مثلاً بہار اردو ٹی ای ٹی کا مسئلہ، اردو مترجم ومعاون مترجم کے عہدے پر جلد بحالی کا مسئلہ، ہائی اسکولوں میں اردو کے اساتذہ کی تقرری اور اردو کے لزوم کو ختم کر کے اس کو اختیاری درجہ میں رکھ دینے کا مسئلہ ہو یا اردو میڈیم اسکولوں کو ہندی اسکولوں میں ضم کیے جانے کا مسئلہ اسی طرح مدرسوں کے طلبہ کے لیے سرکاری ملازمت کے لیے ہونے والے امتحانوں کی تیاری کا نظم، اردو ایڈوائزری کمیٹی کو قانونی درجات دینے کا معاملہ۔ یہ سبھی ایسے معاملات ہیں جہاں حکومت ہی کوئی فیصلہ کرسکتی ہے، اس لیے کارواں کے ذریعہ حکومت تک بات پہونچانے اور ان پر پریشر بنانے کی کوشش کی جائے۔

اردو کارواں کے ذمہ داروں کی میٹنگ میں اردو کے تحفظ اور اس کی ترویج واشاعت سے متعلق ان امور پر بھی گفتگو ہوئی جس میں عوامی سطح پر محنت کی ضرورت ہے مثلاً ہر علاقے کے فکر مند اور اردو سے وابستہ حضرات اپنے اپنے علاقہ کے اسکولوں اور کالجوں کا جائزہ لیں اور اعداد وشمار تیار کریں کہ کتنے اسکولوں یا کالجوں میں ۲۰۰۵ء سے پہلے کتنی اردو کی سیٹیں تھی، ان کی موجودہ صورت حال کیا ہے۔ جب یہ ڈاٹا تیار ہوجائے تو اس کو اردو کارواں کے دفتر میں بھیجیں، تاکہ اس تعلق سے متعلقہ محکموں سے بات کر کے ان سیٹوں پر دوبارہ بحالی کی کوشش کی جاسکے۔ ہر علاقے میں لوگ اپنے طور پر کوشش کریں کہ ان کے گاؤں، محلّہ یا شہر میں سرکاری اسکولوں، سرکاری دفاتر، سرکاری مقامات وغیرہ پر اردو کے نیم پلیٹ لگائے جائیں، اس کے لیے عوامی سطح پر آواز اٹھائی جائے، یہ بھی کوشش کی جائے کہ سرکاری تقریبات کے بینر، پوسٹر وغیرہ اردو میں بھی لکھے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی طے کی گئی کہ اردو کارواں کے ذریعہ عوام کو اردو پڑھنے، لکھنے، اپنے بچوں کو اردو پڑھانے لکھانے، اردو اخبارات ورسائل خریدنے کی ترغیب دی جائے، تاکہ سماج میں اردو بولنے، پڑھنے، لکھنے اور سمجھنے کا ایک عمومی مزاج بن سکے۔ اس میٹنگ میں منظور شدہ تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے معاونین کے طور پر اردو دستہ کی تشکیل کی تجویز بھی پاس ہوئی اور اس کی ذمہ داری جنرل سکریٹری جناب ڈاکٹر ریحان غنی کے حوالہ کی گئی۔

## سرکاری ضابطوں کی پابندی کے ساتھ تعلیمی سلسلہ مدارس میں شروع کیا جائے

**اہم فیصلوں کے ساتھ وفاق المدارس الاسلامیہ کی مجلس عاملہ کا اجلاس اختتام پذیر**

حالات آتے جاتے رہتے ہیں، حالات سے نہ تو ناامید ہونا چاہیے اور نہ ہی خائف رہنا چاہیے، عزم وحوصلہ اور مضبوط قوت ارادی کے ساتھ مدارس کے کام کو آگے بڑھانا چاہئے، ان خیالات کا اظہار وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ کے نائب صدر قاری شبیر احمد ناظم مدرسہ اسلامیہ شکر پور بھرواره دربھنگہ نے مجلس عاملہ کے ارکان سے آن لائن خطاب کرتے ہوئے کہا، اس موقع سے وفاق المدارس الاسلامیہ کے ناظم، امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب ناظم اور ہفت روزہ نقیب کے مدیر مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے سرکاری ضابطوں کی پابندی کے ساتھ مدارس اسلامیہ میں تعلیمی سلسلہ رمضان کے قبل ہی شروع کرنے پر زور دیا، انہوں نے کہا کہ لاک ڈاؤن کے زمانہ میں وفاق المدارس سے ملحق مدارس سے مسلسل رابطہ رکھا گیا اور وقتاً فوقتاً انہیں ضروری ہدایات دی گئیں۔ اور آج جبکہ حالات میں تبدیلی آئی ہے اور تعلیمی ادارے کھولے جارہے ہیں، ضروری مشورے اور لائحۂ عمل طے کرنے کے لیے آن لائن ارکان عاملہ اور ذمہ داران وفاق کی یہ میٹنگ ہورہی ہے۔ مفتی اختر امام عادل ناظم جامعہ ربانی منوروا شریف سمستی پور، مولانا محمد اسحاق صاحب ناظم مدرسہ اصلاح المسلمین سرکار ڈیہہ دھنباد، مولانا قاضی محمد اعجاز صاحب ناظم مدرسہ اسلامیہ محمود العلوم دملہ مدھوبنی، مولانا عبد الباسط ندوی ناظم المعہد العالی امارت شرعیہ، قاضی محمد عمران قاسمی دار العلوم الاسلامیہ بالا ساتھ سیتامڑھی، مولانا مفتی وصی احمد قاسمی دار القضاء امارت شرعیہ، قاضی ارشد صاحب مدرسہ نور العلوم گوگری کھگڑیا، مفتی انوار احمد صاحب سابق صدر مدرس مدرسہ عارفیہ سنگرام مدھوبنی نے مدارس کی مالیات کو مضبوط کرنے اور وسائل کے اعتبار سے رمضان بعد جدید داخلہ لینے اور طلبہ کے تعلیمی نقصان کی تلافی کی مختلف شکلیں تجویز فرمائیں۔ مفتی خالد حسین نیموی استاذ مدرسہ بدر الاسلام بیگوسرائے اور مفتی سعید الرحمٰن صاحب مفتی امارت شرعیہ کی رائے تھی کہ جو نقصان ہوچکا ہے اس کی تلافی تو ممکن نہیں، البتہ آئندہ کے لیے مضبوط منصوبہ بندی کے ساتھ کام کو شروع کرنا چاہیے اور اللہ کی نصرت پر یقین واعتماد رکھنا چاہیے۔ مولانا سہیل احمد ندوی سکریٹری دار العلوم الاسلامیہ نے فرمایا کہ ہمارے مدارس، دار العلوم دیوبند کے طرز پر طلبہ کو بلا کر تعلیم دیں اور ممکن ہو تو شوال میں امتحان لیا جائے؛ تاکہ طلبہ کے اندر سے مایوسی دور ہو، تحریری امتحان میں دشواری سمجھ میں آتی ہو تو تقریری امتحان لے کر صلاحیتوں کے ساتھ اعتبار سے ان کو ترقی دی جائے۔ مفتی سہیل احمد قاسمی صدر مفتی امارت شرعیہ نے اللہ پر بھروسے اور کامل ایمان ویقین کے ساتھ مدارس کے نظام کو جاری رکھنے پر زور دیا، انہوں نے کہا کہ لڑکوں کا داخلہ وسائل کے اعتبار سے کیا جائے اور قیام وطعام کا اچھا انتظام رکھا جائے۔ آن لائن میٹنگ کے صدر مولانا قاری شبیر احمد صاحب نے رمضان بعد اگلے میقات کے لیے ذمہ داروں کا انتخاب اپنے مدرسہ میں کرانے کا اعلان کر کے ہمت افزائی فرمائی، بین المدارس اجتماع کے بارے میں جلد ہی اعلان کیا جائے گا۔ ارکان عاملہ کی آرا کی روشنی میں طے پایا کہ سرکاری ضابطوں کی پابندی کے ساتھ مدارس میں تعلیم فوری طور پر شروع کی جائے، درجہ حفظ، اطفال اور عربی درجات کا امتحان امسال مدارس اپنے طور پر لے لیں اور نتائج امتحان دفتر وفاق کو ارسال کریں۔ اس آن لائن میٹنگ میں مولانا سید فخر الدین احمد، مولانا راشد عزیری ندوی، مولانا عادل فریدی، مولانا سعید کریمی اور سابق چیرمین مدرسہ بورڈ مولانا اعجاز احمد نے بھی شرکت فرمائی، میٹنگ کا آغاز مولانا سعید کریمی کی تلاوت اور اختتام مولانا قاری شبیر احمد کی دعا پر ہوا، مولانا عادل فریدی اور مولانا راشد العزیری نے آن لائن میٹنگ کو کامیاب کرنے کے لیے ٹیکنیکل محاذ کو سنبھالا۔ یہ اطلاع مولانا محمد سعید کریمی نے دی ہے۔

## وزیر برائے اقلیتی فلاح بہار امارت شرعیہ پہونچے، حضرت امیر شریعت سے مل کر دعا لی

وزیر برائے اقلیتی فلاح حکومت بہار جناب زماں خان ۸/مارچ کو مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ پہونچے اور امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب سے ملاقات کی اور اہم مسلم مسائل پر گفتگو کی، وزیر موصوف نے یقین دہانی کرائی کہ ان کو اقلیتوں کی فلاح و بہبود سے متعلق جو ذمہ داریاں حکومت کی جانب سے دی گئی ہیں انہیں وہ پوری ایمانداری کے ساتھ انجام دیں گے، وزیر اعلی بہار جناب نتیش کمار نے مجھے اس محکمہ کا وزیر بنا کر مضبوطی کے ساتھ کام کرنے کی ہدایت دی ہے، وہ چاہتے ہیں کہ ریاست میں آباد تمام لوگوں کو لے کر آگے بڑھیں اور ریاست کو ہمہ جہت ترقی دیں۔ حضرت امیر شریعت نے اردو سمیت اقلیتوں سے متعلق کئی اہم امور کی طرف نشاندہی کی اور انہیں ترجیحی بنیاد پر پورا کرنے کا مطالبہ کیا، اور انہیں اپنی دعاؤں سے نوازا۔ وزیر موصوف نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی سطح سے پوری کوشش کریں گے۔ وزیر موصوف نے حضرت امیر شریعت سے گزارش کی کہ یوں ہی وہ ان کی رہنمائی فرماتے رہیں تاکہ اپنی وزارت کے ذریعہ وہ زیادہ سے زیادہ فائدہ اقلیتی طبقات کو پہونچا سکیں، اس سے قبل قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی نے وزیر موصوف کا گلدستہ کے ساتھ استقبال کیا اور ان کے سامنے امارت شرعیہ کے کاموں کا تفصیلی تعارف کرایا، امارت کے مختلف الجہات کاموں کو سن کر وزیر موصوف نے کافی مسرت کا اظہار کیا اور کہا کہ امارت شرعیہ کے کیے ہوئے کاموں کے ذریعہ پوری ملت کو رہنمائی ملتی ہے اور ہمارا خاندان ذاتی طور پر اس ادارہ سے وابستگی رکھتا آیا ہے، اس ملاقات میں چیئرمین بہار ریاستی سنی وقف بورڈ جناب ارشاد اللہ صاحب بھی موجود تھے، حضرت امیر شریعت نے اوقاف کے تعلق سے کئی مفید مشورے دیے۔

# بقیات

**بقیہ امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی - ایک صاحب طرز ادیب**

’’اس مرکز ایمان ویقین میں انسانوں کا سیلاب رمضان میں آجاتا ہے، رنگ وروپ الگ، طور طریقہ جدا، لباس وزبان علیحدہ علیحدہ، قد وقامت میں بھی فاصلہ، مگر طاعت کا ذوق اور عبادت کا شوق ہر دل میں موجزن اور ہر شخصیت پر ایک کیفیت سی طاری۔ اس مسجد میں عبادت کا مزہ ہی کچھ اور ہے، رمضان کے آخری عشرہ کی ہماہمی کچھ ایسی ہوتی ہے کہ ’’ہر شب شب برأت ہے، ہر روز روز عید ہے‘‘ کا نظارہ ہوتا ہے۔

اس میں مولانا نے رمضان المبارک کے مہینے میں مسجد نبوی کے پُر کیف منظر کی عام فہم الفاظ میں اس طرح عکاسی کی ہے کہ اس کا پورا منظر نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے، یہ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کے ملکۂ منظر کشی کا عمدہ نمونہ اور قوت بیانیہ کا حسن کمال ہے۔

**(۳) سلاست وروانی:** مولانا کو زبان وبیان پر مکمل قدرت اور قلم پر پوری گرفت ہے، ان کی کوئی بھی تحریر پڑھنے سے اس میں سلاست وروانی، بے ساختگی اور فطری بہاؤ بالکل نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے، زبان وادب کی لذت اور چاشنی چھلکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی انشا پردازی اور نثر نگاری کا تعارف کراتے ہوئے مولانا ولی رحمانی صاحب لکھتے ہیں: ’’میرا احساس ہے کہ لال قلعہ کی عظمت، تاج محل کا حسن، قطب مینار کی بلندی، کلیوں کا بانکپن، گلوں کی تازگی، پھلوں کا رس، شہد کی مٹھاس، گنگا کا بہاؤ، کوسی کا کٹاؤ، حقیقتوں کی لہریں، ایمان کی چاشنی، یقین کی پختگی کو آب زمزم سے دھو کر لفظی آہنگ اور کاغذی پیرہن دیا جائے تو وہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تحریر بن جائے گی۔‘‘

اس تحریر میں جو فطری بہاؤ اور سلاست وروانی ہے اس کو بیان کرنے کی شاید ضرورت نہیں۔

**(۴) صاف اور واضح اسلوب:** مولانا کی اردو نثر کا شاید سب سے امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ اپنی بات بہت ہی واضح انداز اور صاف لب ولہجہ میں کہتے ہیں جس سے سامنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، پروفیسر لطف الرحمٰن صاحب کی کتاب ’’نقد نگاہ‘‘ میں ان کے بارے میں مولانا اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’پروفیسر لطف الرحمٰن صاحب آج کی تہذیب کے ’’مرد آگاہ‘‘ ہونے کے باوجود عجلت کا شکار نہیں ہیں، نہ سطحیت کا مرض ان کے قریب گذرا ہے، وہ گہرے مطالعہ اور ڈوب کر پڑھنے، غور وفکر، تحلیل وتجزیہ اور نقد ونظر کا مزاج رکھتے ہیں، قدرت نے انہیں عقل کے وافر حصہ کے ساتھ عمدہ حافظہ سے نوازا ہے، جس کا وہ بہترین ایجابی مصرف لیتے ہیں، مرحلہ تقریر کا ہو یا تحریر کا، وہ کھرے اترتے ہیں، اور پڑھنے سننے والوں پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں، عام زندگی سے فکر وتحقیق کے مرحلوں تک ان میں جو بڑا وصف نظر آتا ہے وہ قوت گفتار کے ساتھ جرأت اظہار بھی ہے، جس سے ان کے جملے گوہر آبدار بن جاتے ہیں، کبھی دانشوروں کے مجمع میں یہ احساس تیز ہو جاتا ہے کہ ’’ور‘‘ تو ہر طرف ہیں مگر دانش کی خطرناک حد تک کمی ہے۔‘‘

**(۵) جمالیاتی پہلو:** مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کو زبان وبیان پر گرفت کے ساتھ ساتھ موقع اور محل کے کے اعتبار سے الفاظ کے انتخاب، استعمال اور حاضر جوابی کا ملکہ حاصل ہے، وہ اپنے کلام میں بلاغت کی بعض اصناف کا برمحل استعمال کرتے ہیں، جو ان کے کلام کے جمالیاتی پہلو میں اضافہ کردیتے ہیں۔ ایک موقع سے گفتگو کے دوران مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے مولانا محمد ولی رحمانی سے پوچھا کہ آپ اپنے اوقات کا خیال کیسے رکھتے ہیں؟ تو مولانا رحمانی نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ’’اپنے اوقات بس گذر جاتے ہیں، اپنی اوقات کا خیال رکھتا ہوں۔‘‘ اس پر مولانا ندوی نے برجستہ فرمایا کہ آپ کو زبان پر اس درجہ قدرت حاصل ہے مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔

مذکورہ بالا اقتباس میں مولانا رحمانی نے بلاغت کی تیسری قسم ’’علم بدیع‘‘ کی ایک صنف ’’جناس‘‘ کا استعمال کیا ہے جس سے ان کے کلام کے حسن وجمال میں دوبالگی پیدا ہوگئی ہے۔ جناس کہتے ہیں ایسے دو لفظوں کو کلام میں استعمال کرنا جو شکل میں ایک جیسے ہوں لیکن معنی میں دونوں مختلف ہوں۔

مولانا رحمانی نے اپنے کلام میں لفظ ’’اوقات‘‘ کا استعمال دو مرتبہ کیا ہے لیکن دونوں الگ الگ معنی میں ہیں، اول وقت اور دوم حیثیت اور مرتبہ کے معنی میں ہے جس کو ’’علم بدیع‘‘ کی اصطلاح میں ’’جناس‘‘ کہتے ہیں، یہ مولانا رحمانی کے کلام کے جمالیاتی پہلو کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب حرکت وعمل کے آدمی ہیں، ان کی زندگی کا بیشتر حصہ تحریکی، ملّی، سماجی اور تعلیمی سرگرمیوں میں گزرا اور گزر رہا ہے، ان کی زندگی میں ٹھہراؤ نام کی کوئی چیز نہیں، ان سب کے باوجود قلم وقرطاس سے بھی ان کا رشتہ گہرا ہے، انہوں نے مختلف موضوعات پر بے شمار مضامین اور کتابچے تحریر فرمائے جو علمی کے ساتھ ساتھ ادبی سرمایہ بھی ہیں، انہوں نے مختلف شخصیات پر کثیر تعداد میں مضامین لکھے ہیں جو خاکہ نگاری کا بہترین نمونہ ہیں، لیکن ابھی تک وہ طباعت کے زیور سے آراستہ نہیں ہوسکے، مستقبل قریب میں اس کی امید ہے۔

مولانا کے بارے میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وہ صاحب طرز ادیب اور نثر نگار ہیں، ان کی تحریر میں آمد ہی آمد اور بے ساختگی ہے، آورد، تکلف، تصنع اور بناوٹ نام کی کوئی چیز نہیں ہے، قلیل الفاظ، چھوٹے چھوٹے جملوں میں کثیر معانی کو پرونا، سلاست وروانی، بالکل عام فہم اور آسان زبان وبیان، صفائی اور وضاحت، حقیقتوں کے جلال اور صداقتوں کے جمال سے آراستہ اور مزین ہونا، یہ سب ان کی اردو نثر کی امتیازی خصوصیات ہیں جنہوں نے ان کی تحریر کو حیات ابدی بخش دی ہے۔

**بقیہ جھارکھنڈ میں مسلمانوں اور اردو کے مسائل**......اردو زبان کے تحفظ کی بھی کوشش کی جائے، اردو زبان ہماری مادری زبان ہی نہیں، بلکہ ہماری تہذیب وثقافت کی علامت ہے۔ ساتھ ساتھ ہمارے دینی وملی سرمایے کا علمی محافظ بھی ہے، آہستہ آہستہ ہمارے ملی تشخص کو ختم کرنے کی منظّم سازش رچی جارہی ہے، اور دانستہ نادانستہ ہم خود بھی اس عمل میں اغیار کے ساتھ برابر کے شریک رہے ہیں، ہم عہد کریں کہ اردو زبان کے فروغ کے لیے ہم خود آگے بڑھیں گے، اردو پڑھیں گے، لکھیں گے، اپنے بچے اور بچیوں کو بھی پڑھائیں گے اور لکھائیں گے اور اردو کے فروغ کے لیے اجتماعی اور انفرادی سطح پر اقدامات کریں گے۔

## اعلان مفقود الخبری

### معاملہ نمبر ۸۶/۲۴۱۱۶/۱۴۴۲ھ

**نور جہاں خاتون بنت محمد جافو مرحوم مقام درگاہ کربلا ڈاکخانہ مہندرو ضلع پٹنہ۔ فریق اول**

**بنام**

**محمد شاہد انصاری ولد محمد مسیح الدین انصاری مقام دجرا پہلوان گھاٹ ڈاکخانہ جی پی او ضلع پٹنہ۔ فریق دوم**

### اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں عرصہ چار سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۸/شعبان ۴۲ھ مطابق یکم اپریل ۲۰۲۱ء روز جمعرات کو بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

### معاملہ نمبر ۲۱/۴۵۸/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گڈا)

**بی بی فاطمہ بنت عبدالحفیظ مقام وڈاکخانہ کوئلہ ضلع گڈا۔**

**حال مقام منگا چک ڈاکخانہ منگا چک وایا گھوگھا ضلع بھاگلپور۔ فریق اول**

**بنام**

**محمد محبوب عالم ولد نظام الدین مقام کمال پور ڈاکخانہ سنہولہ ضلع بھاگلپور۔ فریق دوم**

### اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ شمسیہ گرگاواں ضلع گڈا میں عرصہ پانچ سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۴/شعبان ۴۲ھ مطابق ۷/اپریل ۲۰۲۱ء روز بدھ بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

### معاملہ نمبر ۱۰/۴۴۸۸/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مصطفیٰ نگر سہرسہ)

**روبینہ خاتون بنت محمد خلیل مقام کھرادھبولی وارڈ نمبر ۶ نیر مسجد ڈاکخانہ کھرامدنپور ضلع سہرسا۔ فریق اول**

**بنام**

**محمد منصور ولد محمد رمضان مقام وڈاکخانہ بدھما وارڈ نمبر ۹ ضلع مدھے پورہ۔ فریق دوم**

### اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مصطفیٰ نگر سہرسہ میں عرصہ آٹھ سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۵/شعبان ۴۲ھ مطابق ۸/اپریل ۲۰۲۱ء روز جمعرات بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

### معاملہ نمبر ۹۲/۲۶۱۱/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ محمود العلوم دملہ)

**نصرت پروین بنت محمد جابر حسین مقام چندر سین پور ڈاکخانہ حسین پور تھانہ رہیکا ضلع مدھوبنی۔ فریق اول**

**بنام**

**محمد شہاب الدین ولد سلطان مقام چندر سین پور ڈاکخانہ حسین پور تھانہ رہیکا ضلع مدھوبنی۔ فریق دوم**

### اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ اسلامیہ محمود العلوم دملہ مدھوبنی میں عرصہ پانچ سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۸/شعبان ۴۲ھ مطابق ۱۱/اپریل ۲۰۲۱ء روز اتوار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ اسلامیہ محمود العلوم دملہ مدھوبنی میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

طب وسائنس

# بلڈ پریشر -احتیاطی تدابیر

ماہرین طب کے مطابق بلڈ پریشر کسی بھی عمر میں بڑھ سکتا ہے مگراس کا خطرہ 40 سال کے بعد تیزی سے بڑھنا شروع ہوجاتا ہے۔آپ گھڑی کوتو پیچھے نہیں کر سکتے مگراپنے بلڈ پریشر کے چیک اپ کوضرور معمول بنا سکتے ہیں۔ گھر میں بلڈ پریشر چیک کرنے کا آلہ اب عام ہے اوراسے ضرور رکھنا چاہیئے خاص طور پر اگر آپ ڈاکٹروں کا رخ کم کرتے ہوں تو اکثر بلڈ پریشر کے مریض ایسے ہوتے ہیں جو اس سے لاعلم ہوتے ہیں اور ڈاکٹروں کے پاس جانا نہیں ہوتا اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں مختلف بیماریوں جیسے امراض قلب وغیرہ کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ بلڈ پریشر سے بچاؤ کے 6 قدرتی طریقے۔

**مخصوص طرز زندگی**: اگرآپ دن کا زیادہ وقت بیٹھ کرگزارتے ہیں، تمباکونوشی کے عادی ہیں اور بہت زیادہ نمک والی غذا پسند کرتے ہیں تو آپ میں بلڈ پریشر کا خطرہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔درحقیقت اوپر دیئے گئے تین طرز زندگی آپ کو بلند فشار خون کے سنگین خطرے سے دوچار کردیتے ہیں۔اس سے بچنے کے لیے ہر ہفتے 150 منٹ کی معتدل جسمانی سرگرمیوں کو اپنانے کی کوشش کریں۔اگرآپ کی ملازمت ہی بیٹھ کر کی جانے والی ہے تو بھی کچھ دیر بعد تیز چہل قدمی کا وقفہ لیں۔اپنی غذا میں نمک کا استعمال کم کردیں اور تمباکونوشی سے گریز کرنے کی کوشش کریں۔

**موٹاپے کے شکار**: اگرآپ موٹاپے کے شکار ہیں تو یہ ہائی بلڈ پریشر کے خطرے کی سب سے بڑی علامت ہے۔خاص طور پر اگرآپ کی توند نکلی ہوئی ہے تو یہ لگ بھگ سو فیصد یقینی ہوجاتا ہے۔مگر اچھی خبر یہ ہے کہ اگرآپ اپنے وزن میں محض پانچ کلو تک کی بھی کمی لے آئے تو اس سے بلڈ پریشر کی سطح میں کمی آجاتی ہے۔

**خاندان میں بلڈ پریشر کی تاریخ**: طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر خاندان میں بلڈ پریشر کا مریض ہو یا کبھی رہا ہو تو یہ ضروری ہے کہ آپ اس کے لیے پہلے سے تیار شروع کردیں اور اپنا چیک اپ کراتے رہیں تاکہ وہ زیادہ سنگین مسئلہ نہ بن سکے۔

**مختلف امراض میں مبتلا ہونا**: اگرآپ کے اندر کچھ مخصوص امراض جیسے ذیابیطس، گردوں کے امراض، ہائی کولیسٹرول یا تھائی رائیڈ کے امرض کی تشخیص ہوئی ہے تو ہائی بلڈ پریشر کا خطرہ بھی دوگنا بڑھ جاتا ہے۔ان امراض کے علاج کے لیے دی جانے والی ادویات بلڈ پریشر بڑھانے کا بھی باعث بن سکتی ہیں۔اس مرض کے شکار افراد کے لیے غذا بھی خاص ہوتی ہے، خاص طور پر نمک سے گریز کیا جاتا ہے تاہم ایسی خوراک کی کمی نہیں جو منہ کا مزہ بھی برقرار رکھتی ہیں اور بلڈ پریشر کو بھی قدرتی طور پر متوازن سطح پر رکھتی ہیں۔ایسے ہی چند اشیاء خوردنی کے بارے میں جاننا آپ کے لیے انتہائی مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔

**کیلے**: کیلے پوٹاشیم کے حصول کا قدرتی ذریعہ ثابت ہوتے ہیں اس میں سوڈیم (نمکیات) کی شرح بھی کم ہوتی ہے جو اسے ہائی بلڈ پریشر کے شکار افراد کے لیے ایک بہترین پھل یا غذا بناتا ہے۔

**دہی**: دہی کیلشیئم سے بھرپور ہوتا ہے جس کی کمی ہائی بلڈ پریشر کا خطرہ بڑھا سکتی ہے۔دہی میں نمکیات کی مقدار بھی کم ہوتی ہے اور دن بھر میں تین بار کا چھ اونس استعمال فشار خون کی شرح کو معمول پر لانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور اس کا مزہ بھی ہر ایک کے دل کو بھاتا ہے۔

**دار چینی**: دارچینی بلڈ پریشر کو معمول پر لانے میں کرشاتی کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے جبکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ کولیسٹرول لیول کو بھی کم کرتی ہے۔اس مصالحے کو غذا کے ساتھ ساتھ میٹھی ڈشز اور مشروبات میں بھی شامل کیا جاسکتا ہے بلکہ اپنے ہر کھانے میں اس کو شامل کرنا آپ کی صحت کے لیے بہت زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔

**آلو**: آلوؤں میں پوٹاشیم کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے کہ یہ معدنیاتی عنصر بلڈ پریشر کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے، مزید یہ کہ آلوؤں میں نمکیات کی مقدار کم، چربی سے پاک اور فائبر کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے جو اسے کسی بھی وقت کھانے کے لیے مثالی بناتا ہے خاص طور پر انہیں ابال یا پکا کر کھانا زیادہ بہتر ثابت ہوتا ہے۔

**مچھلی**: مچھلی پروٹین اور وٹامن ڈی کے حصول کا بہترین ذریعہ ثابت ہوتی ہے اور یہ دونوں بلڈ پریشر کی شرح کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں، اس کے علاوہ مچھلی میں صحت بخش اومیگا فیٹی ایسڈز بھی شامل ہوتے ہیں جو کہ دوران خون کولیسٹرول کی شرح کو کم رکھنے کے لیے فائدہ مند عنصر ہے۔

**جو کا دلیہ**: جو کا دلیہ بلڈ پریشر کے شکار افراد کے لیے ایک مثالی اور مزیدار انتخاب ہے، یہ غذا فائبر سے بھرپور ہوتی ہے جو کہ بلڈ پریشر کو کم رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے اور اس سے نظام ہاضمہ بہتر ہوتا ہے، اسے مختلف تازہ پھلوں کے ساتھ بھی استعمال کرکے منہ کا ذائقہ دوبالا کیا جاسکتا ہے۔

**لوبیا**: لوبیے کے بیج بھی فشار خون کے مریضوں کے لیے بہترین انتخاب ہے، یہ بیج پروٹین، فائبر اور پوٹاشیم سے بھرپور ہوتے ہیں اور انہیں ابال کر بھی تیار کیا جاسکتا ہے، ابالنے کے بعد جب یہ نرم ہوجائیں تو انہیں دیگر سبزیوں میں ڈال کر مزیدار پکوان تیار کیے جاسکتے ہیں جو کہ طبی لحاظ سے بھی فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔

**پالک**: پالک آئرن، فائبر، وٹامن اے اور سی سے بھرپور سبزی ہے، یہ کیلشیئم کے حصول کے لیے بھی اچھا ذریعہ ہے جو کہ بلڈ پریشر کی شرح کم کرنے والی غذا کے لیے ایک اہم جز ہے۔اس سبزی سے مختلف طریقوں سے لطف اندوز ہوا جاسکتا ہے یعنی اسٹیو، سلاد یا پاستا وغیرہ کے ذریعے بھی۔

**چقندر**: نائٹریٹ آکسائیڈ سے بھرپور یہ سبزی خون کی شریانوں کو کشادہ کرکے بلڈ پریشر کو کم کرتی ہے۔چقندر بلڈ پریشر کو کنٹرول میں رکھنے کے لیے بہت زیادہ فائدہ مند ہے، اسے آپ مختلف طریقوں سے استعمال کرسکتے ہیں جیسے جوس کی شکل میں، پکا کر یا کچی کھا کر جیسا آپ کو بہتر لگے۔

**بادام**: باداموں کے فوائد بتانے کی ضرورت نہیں، پروٹین، فائبر اور میگنیشم سے بھرپور یہ گری بلڈ پریشر کی روک تھام میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہے۔غذا میں میگنیشم کی کمی ہائی بلڈ پریشر کا باعث بنتی ہے، روزانہ تھوڑے سے بادام کھانے کی عادت صحت مند سطح پر بلڈ پریشر کو برقرار رکھنے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔علاوہ ازیں آپ اپنے قریبی ہومیو پیتھک ڈاکٹر سے معمول کے مطابق چیک اپ کراسکتے ہیں۔اور اپنا ایک باقاعدہ ریکارڈ فائل ڈاکٹر سے بنوالیں۔تاکہ آئندہ تشخیص کرنے میں آسانی رہے۔

## ہفتۂ رفتہ

**راشد العزیری ندوی**

### پارلیمانی کمیٹی نے قومی تعلیمی پالیسی کے لئے روڈ میپ تیار کرنے کو کہا

پارلیمنٹ کی ایک کمیٹی نے محکمہ تعلیم سے نئی قومی تعلیمی پالیسی 2020 سے متعلق مختلف کاموں اور اہداف کو حاصل کرنے اور دفعات پر عمل درآمد کے لئے واضح روڈ میپ پر عمل درآمد کے لئے تاریخی پروگرام تیار کرنے کے لئے تیار کیا ہے۔یہ بات پارلیمنٹ میں پیش کی جانے والی تعلیم، خواتین، اطفال، نوجوانوں اور کھیلوں سے متعلق اسٹینڈنگ کمیٹی کی رپورٹ میں کہی گئی ہے۔کمیٹی نے کہا ہے کہ 30 جون 2021 تک اس کے بارے میں آگاہ کیا جائے اور پھر وزارت (تعلیم) کی ویب سائٹ پر اپ لوڈ کیا جائے۔کمیٹی نے یہ بھی کہا کہ ٹرانس جینڈر برادری کی تمام لڑکیوں اور بچوں کی اسکولنگ کے لئے ایک روڈ میپ بھی تیار کیا جانا چاہئے اور اس پر عملدرآمد کے لئے ایک مقررہ منصوبہ بندی کی جانی چاہئے۔رپورٹ کے مطابق محکمہ اسکول ایجوکیشن کو ای ایجوکیشن کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ڈیجیٹل اقدامات کے لئے مزید فنڈز مختص کرنے کے امکان کو تلاش کرنا چاہئے۔کمیٹی نے یہ بھی کہا کہ محکمہ تعلیم کو ان اضلاع کا پتہ لگانے کے لئے سروے کرنا چاہئے جہاں ایس سی، ایس ٹی اور لڑکیوں کے درمیان ڈراپ آؤٹ کی شرح قومی اوسط سے زیادہ ہے۔کمیٹی نے یہ بھی کہا کہ محکمہ کو مڈڈے میل اسکیم کے سلسلے میں باورچیوں کو دئے جانے والے اعزاز کے بارے میں یکساں انتظام کرنا چاہئے۔

### دہلی میں تعمیر ہوگا دنیا کا پہلا ورچوئل ماڈل اسکول

دہلی کے نائب وزیر اعلی منیش سسودیا نے دہلی قانون ساز اسمبلی میں پہلا ای بجٹ پیش کیا۔اس دوران منیش سسودیا نے ایک بڑا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ورچوئل ماڈل اسکول دہلی میں شروع کیا جائے گا۔یہ دنیا میں اپنی نوعیت کا پہلا اسکول ہوگا، جہاں کوئی چہار دیواری نہیں ہوگی اور کوئی بھی شخص دنیا میں کہیں بھی رہ کر دہلی کے تعلیمی ماڈل کا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ایسے اسکول کے ڈیزائن کا کام شروع ہوچکا ہے۔سسودیا نے کہا کہ آزادی کے 75 سال مکمل ہونے کے موقع پر دہلی میں حب الوطنی کا کورس شروع کیا جائے گا، تاکہ ہر بچہ محبّ وطن بن سکے۔ ہر تعلیم یافتہ شخص خواتین کا احترام کرے، اور اسکولوں میں حب الوطنی تیار کی جائے گی۔تعلیم کو ایک عوامی تحریک بنانے کی ضرورت ہے۔تعلیم یافتہ اور کامیاب نوجوانوں کو ان طلبہ کی مدد کرنے کے لیے کہیں گے جو بچے وسائل کی کمی سے پریشان ہیں۔مزید کہا کہ دہلی میں نیا فوجی اسکول کھولا جائے گا، اس وقت دہلی میں کوئی فوجی اسکول نہیں ہے۔دہلی کے بچوں کو این ڈی اے کے لئے تیار کریں گے۔اس کے ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ اسپتالوں میں مفت کورونا ویکسین لگتی رہے گی۔

### ایم پی کیئرس فنڈ کو قومی فنڈ قرار دینے کی درخواست پر اپریل میں سماعت کرے گا ہائی کورٹ

دہلی ہائی کورٹ نے کہا کہ وہ وزیر اعظم کے ہنگامی امداد اور راحتی فنڈ (وزیر اعظم کیئرس فنڈ) کے کام میں شفافیت لانے کے لئے آئین کے تحت قومی فنڈ قرار دینے کی اپیل کرنے والی درخواست پر اپریل میں سماعت کرے گا۔چیف جسٹس ڈی این پٹیل اور جسٹس جسمیت سنگھ کی بنچ نے کہا کہ وہ اس درخواست پر انہیں درخواست گزار کی جانب سے دائر ایک اور زیر التواء پٹیشن ساتھ میں سماعت کریں گے، جس میں پی ایم کیئرز کو حق اطلاعات ایکٹ (آرٹی آئی) کے تحت عوامی اتھارٹی قرار دینے کی اپیل کی گئی ہے۔عدالت نے دونوں درخواستوں کو 23 اپریل کو سماعت کے لئے مقرر کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ وہ اس عرضی پر نوٹس جاری نہیں کررہے ہیں کیونکہ مرکز پہلے ہی اپنے وکیل کے ذریعہ اپنا معاملہ پیش کرچکا ہے اور تحریری دلائل پیش کئے جاسکتے ہیں۔مرکز کی جانب سے سالیسیٹر جنرل تشار مہتا نے کہا کہ اس موضوع پر مناسب سماعت کی ضرورت ہے اور اسی درخواست گزار نے اس سے متعلق ایک اور درخواست دائر کی ہے اور دونوں درخواستوں کو بیک وقت سنا جانا چاہئے۔درخواست گزار سامک گنگوال نے سینئر ایڈووکیٹ شیام دیوان کے توسط سے آئین کے آرٹیکل 12 کے تحت وزیر اعظم کیئرز فنڈ کو قومی قرار دینے کی مانگ کی ہے۔انہوں نے یہ ہدایت دینے کی بھی درخواست کی ہے کہ وقتاً فوقتاً وزیر اعظم کیئرز کی آڈٹ رپورٹ کو عام کیا جائے۔

### اقلیتی کمیشن میں خالی عہدے جلد بھرے جائیں: ہائی کورٹ

دہلی ہائی کورٹ نے قومی اقلیتی کمیشن میں خالی عہدے بھرنے کی درخواست کے جواب میں مرکز کی طرف سے دائر حلف نامے کو مکمل طور پر ناقابل قبول قرار دیا۔جسٹس پرتیبھا سنگھ نے کہا کہ مرکزی حکومت کی جانب سے کمیشن کے چیئرمین اور بدھ، عیسائی، پارسی، سکھ اور جین برادریوں کے ممبروں سمیت متعدد عہدوں پر مرکزی حکومت کی طرف سے ایک مقررہ مدت کے اندر بھرتی تیز کی جانی چاہئے۔عدالت نے کہا کہ یہ قبول کرلیا گیا ہے کہ 6 میں سے پانچ آسامیاں خالی ہیں۔ہائی کورٹ نے کہا کہ اس دلیل سے کہ شہرت، قابلیت اور تجربے کے حامل افراد کی تقرری کی جائے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مذکورہ تقرریوں کو تیزی سے پر نہیں کیا جانا چاہئے۔ان خالی آسامیوں کو تیزی سے پُر کیا جانا چاہئے اور کام مناسب حدود میں ہونا چاہئے۔جسٹس سنگھ نے مرکز کو ہدایت دی کہ وہ ایک ہفتے میں مخصوص تقرری پر ڈیڈ لائن کے ساتھ رپورٹ پیش کریں۔

Volume:61/71,Issue: 11 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi, Regd No-BIHURD/4136/61

بال و پر کی جنبشوں کو کام میں لاتے رہو
اے قفس والو قفس سے چھوٹنا مشکل سہی
(صبا اکبرآبادی)

# مسلمان حالات سے ہرگز نہ گھبرائیں

مولانا شمس الحق ندوی

ہر مسلمان یہ ایمان وعقیدہ رکھتا ہے کہ اس پوری کائنات کے پورے نظام کو چلانے والی ایک ہی خدا کی ذات ہے، جو عزیز بھی ہے اور نا قابل تصور، قوت وطاقت والی بھی، سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، اس کو کسی شریک اور معاون ومددگار کی ضرورت نہیں، اس دنیا میں جو کچھ بھی پیش آتا ہے اس میں اسی کی حکمت ومصلحت کام کرتی ہے، کبھی ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ جو انسان کو ابتلاء وآزمائش کے دور سے گذارتے ہیں، لیکن اس میں بھی خیر کا پہلو ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کبھی ایسے حالات لاتا ہے جو ہمارے لئے بڑے امتحان وآزمائش کے ہوتے ہیں، لیکن اس راز کو سمجھنا چاہئے کہ اس میں ہمارے لئے خیر ہوتی ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے خود اس طرح فرمایا کہ ”ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لئے بری ہو، اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے (سورہ بقرہ ۲۱۶)“

اس لئے مسلمان کی شان یہ ہونی چاہئے کہ حالات سے گھبرانے کے بجائے اپنے مالک کی طرف لو لگائے اور اس بات کا جائزہ لے کہ اس کی یعنی بندہ کی کوتاہی اور بے عملی کے نتیجہ میں تو یہ حالات نہیں پیش آرہے ہیں، یورپ کی مسلح مادیت نے اس وقت پورے عالم پر جو اثر ڈالا ہے خود مسلمان جس طرح اس کے نرغہ میں ہیں اور ان کے خلاف نئے نئے انداز سے طرح طرح کی دل دکھانے والی باتیں کی جارہی ہیں کہ مسلمان مشتعل وبے قابو ہوجائیں، ہم کو ان تمام حالات میں قرآن کریم سے روشنی حاصل کرنی چاہئے جس مالک نے اپنی حکمت بالغہ سے ان کو چھوٹ اور مہلت دی ہے وہ کہتا ہے کہ یہ جو کچھ بک رہے ہیں اس پر صبر سے کام لو اور شریفانہ انداز میں ان سے نباہ کرو، فرمایا کہ اور جو کچھ باتیں لوگ بنارہے ہیں ان پر صبر کرو اور شرافت کے ساتھ ان سے الگ ہوجاؤ (سورہ مزمل ۱۰۰)

اس صورت حال کے مقابلہ کے لئے ضروری ہے کہ ہم اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلاةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْن ”صبر اور نماز سے مدد لو، اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (سورہ بقرہ ۱۵۳) کا سہارا لیں، صبر واستقامت کا ثبوت دیں، یہ طاقت نمازوں سے پیدا ہوتی ہے اور مسجدوں سے مانوس ہونے سے پیدا ہوتی ہے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس مسلح مادیت کا مقابلہ کریں جس کو یورپ وامریکہ نے بہترین اسلحہ سے لیس کر رکھا ہے تو اس کا مقابلہ صرف تنظیم، جوشیلی تقریروں اور بیان بازیوں سے نہیں ہوسکتا، اس کے لئے ہمارے اندر ایمانی طاقت کی ضرورت ہے، اپنے معبود حقیقی سے اس عمومی تعلق کی ضرورت ہے جس سے لشکر ابلیس خائف ہے، اقبال مرحوم نے اپنے کلام میں اس کو اس طرح ادا کیا ہے کہ ابلیس نے اپنے کارکنوں سے سارے عالم کے نظاموں کا جائزہ لینے کے بعد کہا کہ ہم کو ان نظاموں سے کوئی خطرہ نہیں ان کی طاقت اور قوت مداری کے کھیل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں وہ کہتے ہیں کہ

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر

ابلیس کہتا ہے کہ خطرہ ہم کو اس امت سے ہے، اقبال کے الفاظ میں؛

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو

خال خال اس قوم میں اب بھی نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحرگاہی سے جو ظالم وضو

خال خال کے بجائے اگر ہماری اکثریت کا یہ حال ہوجائے تو پھر کوئی طاقت ہم کو نقصان نہیں پہونچا سکتی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جمادے گا۔“ (سورہ محمد: ۷)

مسلمان یہ نہ دیکھے کہ کون کیا کہہ رہا ہے؟ وہ یہ دیکھے کہ وہ خود کیا کہہ رہا اور کر رہا ہے؟ اس کا اپنے عقیدہ اور مالک حقیقی سے کتنا تعلق ہے؟ اگر یہ تعلق صحیح ہے اور مالک کی منشاء کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے کوشاں ہے تو پھر بڑے سے بڑا طوفان اور آندھیاں اس کو ہلا نہیں سکتیں۔ خدا فرماتا ہے ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی فکر کرو، کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہ راست پر ہو، اللہ کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں بتادے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔“ (سورہ مائدہ: ۱۰۵) دوسری جگہ فرماتا ہے: ”جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ، نہ ڈرو، نہ غم کرو، اور خوش ہوجاؤ، اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔“ (سورہ فصلت: ۳۰) اس یقین اور اعتماد کو بڑھانے کے لئے قرآن کریم نے کیسے کیسے واقعات بیان کئے ہیں، فرعون نے چاہا کہ موسیٰ پیدا نہ ہوں، مگر وہ پیدا ہوکر رہے، اس نے منصوبہ بنایا کہ وہ زندہ نہ رہیں، مگر وہ زندہ رہے اور اسی کی حفاظت میں پروان چڑھے، پھر وہ دن بھی آیا کہ وہ موسیٰ اور ان کی قوم کی نگاہوں کے سامنے جس کے ظلم وجور کی چکی میں وہ برسہا برس سے پس رہے تھے، اپنے پورے لاؤ لشکر، وزراء وحکام کے ساتھ دریا میں ڈوب گیا، ہم تاریخ کے ان حقائق سے اچھی طرح واقف ہیں، مگر غور وفکر نہیں کرتے کہ اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے اور ہم اس کے احکام پر کتنی سنجیدگی سے عمل کر رہے ہیں، نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو آگ کو حکم ہوا؛ ”اے آگ ٹھنڈی ہوجا اور سلامتی بن جا ابراہیم پر۔“ (سورہ انبیاء: ۶۹) اور نمرود کو ذرا سے مچھر نے مار ڈالا۔ یوسف علیہ السلام کس بے بسی کے عالم میں کنویں میں ڈالے جاتے ہیں، لیکن کنویں سے نکال کر تخت شاہی پر بٹھائے جاتے ہیں اور کنویں میں ڈالنے والے ان کے سامنے سوالی بن کر کھڑے ہوتے ہیں۔ قوم لوط کہتی ہے، لوط اور ان کے ساتھیوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو، یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں، ”مگر اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ نکالو ان لوگوں کو اپنی بستیوں سے، بڑے پاکباز بنتے ہیں یہ۔“ (سورہ الاعراف، ۸۲)

مگر، آپ جانتے ہیں کہ اس کا انجام کیا ہوا؟ حضرت لوط اور مسلمان گھرانے کو بستی سے نکال لیا گیا اور ان سرکشوں پر پتھر برسائے گئے، اور بستی کو ان پر پلٹ دیا گیا، جس کے نشانات عبرت کے لئے اب تک باقی بتائے جاتے ہیں۔ اب اگر مسلمان، اپنے بگڑے ہوئے حالات کو درست کرنے کے بجائے صرف دہائی دیتے رہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد کا بھی ان کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا، جس کی پوری تصویر کشی سورہ بنی اسرائیل میں کردی گئی ہے، اور اس کو قیامت تک باقی رہنے والی کتاب قرآن کریم میں محفوظ کردیا گیا ہے کہ مسلمان اس کو پڑھیں، سبق لیں اور اپنے آپ کو سنبھالیں اور راہ راست پر لگائیں۔ وہ صرف کلمہ گو مسلمان ہوکر نہ رہ جائیں، صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینا اور اس کے تقاضوں کو پورا نہ کرنا حفاظت کی ضمانت نہیں دے سکتا، پوری تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ جب بھی مسلمانوں نے اس میں کمی کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے منکروں سے ان کو پٹوادیا ہے۔ ضرورت ہے دل کے اندر اس کلمہ کی حقیقت کو اتارنے اور اس پر عمل کرنے کی، صرف کلمہ گو مسلمان بنے رہنے سے ہم کو وہ قوت وطاقت نہیں حاصل ہوسکتی جو حالات کا مقابلہ کرسکے اور اس کو مادیت کے اس تیز دھارے سے بچا اور نکال سکے، جس میں مسلمانوں کی بڑی تعداد حالات کے تقاضا کا بہانہ بناتے ہوئے بہتی جارہی ہے۔ یہ طاقت تو اسی وقت حاصل ہوگی جب مئے توحید سے اس طرح سرشار ہوں کہ پھر کسی اور جانب دیکھنا ہی نہ پڑے، مولانا محمد علی جوہر نے اس بات کو بڑے موثر طریقے سے اس طرح بیان کیا تھا؛

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دوعالم سے خفا میرے لئے ہے

کاش ایسا ہو کہ ہمارا ذوق ایمان انگڑائی لے، روحانی جذبات لہرائیں اور ایسی دھن سوار ہو کہ کچھ اور نہ سوجھے، اپنی ساری مشغولیات کے ساتھ ساتھ اپنے دائرہ کار، حلقۂ احباب اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں میں چلتے پھرتے ایمانی چراغ روشن کرنے کی فکر ہے، جو ہزار بلاؤں سے نجات دلانے کے لئے کافی ہوگی مگر شرط یہ ہے کہ ہم ویسے بن جائیں جیسی ہم سے توقع کی گئی اور جیسا کہ ہم کو حکم دیا گیا۔

## نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس اپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah
اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)



Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988